احیائے تصوف کا علمبردار

نوائے صوفیہ



ذاکر حسین ذاکر

بحضور شاہ ہمدانؒ

السلام اے قطبِ عالم اے علی ثانی ولی
نورِ حسن، نورِ مجسم اے علی ثانی ولیؒ

وارثِ علمِ علیؑ و حاملِ علمِ نبیؐ
دردِ اہلِ دل کا چارا ہے علی ثانی ولیؒ

اُس نے دی سوزِ جگر آہِ سحر اس قوم کو
محسن و مرشد ہمارا ہے علی ثانی ولیؒ

اُس نے بلتستان میں روشن کیا حق کا چراغ
آج بھی روشن ستارا ہے علی ثانی ولیؒ

شاعر و سیاح بھی عرفان کے استاد بھی
خوبصورت اک نظارا ہے علی ثانی ولیؒ

صوفیوں کو تُو نے جس اوراد کا تحفہ دیا
اُس کا ہر اک لفظ پیارا ہے، علی ثانی ولیؒ

غازیٔ اسلام بے تیغ و سپر جز تیرے کون؟
عظمتِ دین کا سہارا ہے علی ثانی ولیؒ

دردِ الفت کی دوا، بیمار قوموں کا علاج
یاس و نومیدی کا چارا ہے علی ثانی ولیؒ

درسِ خودداری کی خاطر ہو معلم کی تلاش
فکر کیا ذاکر، تمہارا ہے علی ثانی ولیؒ

نوائے صوفیہ

شمارہ نمبر ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء

فہرست مضامین

نگران اعلیٰ
ابو العرفان علامہ محمد بشیر صاحب

مجلس عاملہ
بابو محمد سلیم
فاچو محمد امین

چیف آرگنائزر
غلام حسین معروفی

مدیر
ڈاکٹر غازی محمد نعیم

مقام اشاعت
جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ
سیکٹر G-7/4
اسلام آباد

تفکر و تدبر

حقیقتِ کائنات اور تخلیقِ کائنات

تفکر و تدبر کے عنوان کے تحت ... کی گزشتہ چند قسطوں میں ہم نے حیات کی ماہیت، اور حقیقتِ حیات کے متعلق مختصر سی گفتگو کی تھی۔ زیرِ نظر شمارے میں ہم حقیقتِ کائنات کے متعلق بحث کریں گے۔ موضوع کی وسعت کے باعث اس بار تفکر و تدبر حسبِ معمول آیات پر ... دینے کی بجائے ایک مستقل مضمون کی حیثیت اختیار کر گیا ہے چنانچہ اس مضمون میں جو کئی قسطوں میں مکمل ہوگا۔ ہم پہلے حقیقتِ کائنات اور زمینوں اور آسمانوں کی پیدائش سے متعلق آیاتِ کریمہ کا مطالعہ کریں گے۔ پھر ان آیاتِ کریمہ سے چند حقائق کا استخراج کریں گے اور آخر میں کائنات کی ماہیت، اس کی تخلیق اور انجام کے متعلق کچھ سائنسی معلومات اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

تخلیقِ کائنات قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآن مجید میں تخلیقِ کائنات اور اس کے انجام کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے اسے ہم تکرار سے بچتے ہوئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

ترجمہ: وہ اللہ ہی تو ہے جس نے چھ دن میں زمین اور آسمان بنائے پھر تخت پر قائم ہوا۔ وہ جانتا ہے (اس کو) جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے۔ جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارے ہر کام کو دیکھتا ہے۔

۲۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

یٰسین آیت ۳۸، ۳۹، ۴۰

ترجمہ: اور سورج اپنے ٹھہرے ہوئے راستے پر چلا جاتا ہے یہ زبردست باخبر کی تقدیر ہے اور چاند کو ہم نے منزلیں بانٹ دیں۔ یہاں تک کہ پھر آ رہا جیسے پرانی ٹہنی۔ نہ سورج سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھے۔ ہر کوئی ایک چکر میں پھرتا ہیں۔

۳۔ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو لوگوں کے کام کی چیزیں لے کر دریا میں چلتی ہیں اور (اس) پانی میں جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا اور اس سے مردہ زمین کو جلایا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے، اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان اس کے حکم کا تابعدار ہے (بے شک ان سب چیزوں میں) عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

(البقرہ آیت ۱۶۴)

القرآن

عبدالحمید - خانقاہ خپلو

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

قرآن اپنے نفس مضمون کے علاوہ عنوان کے اعتبار سے بھی تمام کتب اور صحائف پر نمایاں فوقیت و امتیاز کا حامل ہے۔

مفسرین نے قرآن کے متعدد صفاتی اسماء بیان کئے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مختلف خوبیوں اور خصائص کے پیش نظر اس کے پچپن نام بیان فرمائے ہیں مثلاً القرآن، الذکر، الکلام، الکتاب، النور، الہدیٰ، الشفاء، الموعظہ، الحکمۃ البالغۃ، الرحمۃ، احسن الحدیث، التنزیل، التذکرہ، العروۃ الوثقیٰ، البلاغ، النعمت العظیمہ، البشارۃ وغیرہ۔ یہ سب مترادفات ہیں جو قرآن مجید کی گوناگوں خصوصیات کے پیش نظر اس میں موقع محل کے اعتبار سے استعمال ہوگئے ہیں لیکن اس کتاب مقدس کا ذاتی نام جس سے اسے تخصیص اور تشخص حاصل ہے "القرآن" ہے۔

لفظ قرآن جو قرآن مجید میں تقریباً [illegible] مرتبہ استعمال ہوا ہے اس کی انفرادیت اور امتیاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے جتنی بھی آسمانی کتابیں حتیٰ کہ توریت انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ ان میں سے کوئی بھی کتاب اپنے نام کی خود نشاندہی نہیں کرتی۔

توراۃ جس کا موجودہ نام عہد نامہ قدیم ہے اور بائبل کی پہلی پانچ کتابوں پر مشتمل ہے ان میں کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جس سے ان کے اصل ناموں کا پتہ چل جائے۔ یہی حال [illegible] ہے۔ دیگر انبیاء کی کتابیں اور صحف بھی اسی [illegible] انجیل کتاب مقدس میں موجود ہیں جس کے دو حصے ہیں "عہد نامہ قدیم" اور "عہد نامہ جدید"۔ پوری کتاب میں ان کا نام کہیں موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید اپنے نام کی بار بار [illegible] کرتا ہے۔

۱۔ انہ لقرآن کریم۔ بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے۔ سورۃ الواقعہ ۷۷ (۲) بل ھو قرآن مجید [illegible] بلکہ وہ قرآن مجید ہے (۳) وحینا الیک ھذا القرآن [illegible]

یوسف ۳۔ جب ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن البقرۃ [illegible]

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم الاسراء [illegible]

بے شک یہ قرآن اس راہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کلام پاک کا نام "قرآن" کسی اور کا تجویز کردہ نہیں بلکہ منزل من اللہ یعنی الہامی ہے۔

اسم یعنی نام اپنے مسمیٰ کے خصائص، کیفیات، کمالات اور حالات کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے [illegible] اس آخری کتاب کا نام اور مضمون بلکہ عنوان [illegible] کہ اس کے ذریعہ انسانوں کو [illegible] اس مضمون کی اہمیت کا خود بخود اندازہ ہو جاتا ہے [illegible] جاری ہے۔

مجموعۂ شریعت محمدیہ

علامہ محمد بشیر

وَاِنَّ قَبْلَ الطَّهَارَةِ الصُّغْرٰى وَالْكُبْرٰى وَجَبَ الْاِسْتِنْجَاءُ وَالْاِسْتِبْرَاءُ بِالْمَاءِ وَاعْلَمْ اَنَّ اسْتِعْمَالَ الْمَدَرِ وَالْحَجَرِ قَبْلَ الْمَاءِ سُنَّةٌ "لِتَخْفِيْفِ اللَّوْثِ لَا لِلتَّنْظِيْفِ وَلَا لِلتَّطْهِيْرِ وَلَا يَنْحَصِرُ عَلٰى عَدَدٍ وَاِنْ كَانَ عَلٰى ظَاهِرِ بَدَنِكَ لَوْثٌ" وَجَبَتْ اِزَالَتُهٗ:

ترجمہ:۔ وضو اور غسل کی بجا آوری سے پہلے استنجا اور استبرا والا عمل واجب ہے۔ یقین جانیے کہ پانی کے استعمال سے پہلے ڈھیلے اور پتھر کا استعمال کرنا صفائی حاصل کرنے کے لئے بھی نہیں اور پاکی حاصل کرنے کے لئے بھی نہیں۔ بلکہ ناپاکی کو ہلکا کرنے کی خاطر سنت ہے۔ پتھر اور ڈھیلے کا استعمال کرنا کسی بھی تعداد پر منحصر نہیں ہے۔ اگر آپ کے بدن کے ظاہری حصے پہ کوئی ناپاکی لگی ہو تو اس کا دور کرنا واجب ہے۔

وضاحت

مندرجہ بالا عبارات میں چار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۱۔ پانی سے استنجا کا وجوب
۲۔ پتھر اور ڈھیلے کے استعمال کا مقصد۔
۳۔ پتھر وغیرہ کے استعمال کا کسی خاص تعداد پر عدم انحصار
۴۔ بدن اور کپڑوں کے پاک رکھنے کا وجوب

ان چیزوں سے وضو اور غسل عدم سے ہمکنار ہو جاتے ہیں اور نماز گزار کو نماز کی ادائیگی کے لئے صحیح سے وضو یا غسل کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں وضو کرنے والا بھی وضو کرنے سے پہلے پانی سے استنجا کرے گا اور غسل کرنے والا بھی غسل کرنے سے پہلے استنجا کرے گا۔ ایسا کرنا از روئے شریعت محمدیہ واجب ہے۔ اس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ استنجا اور استبرا کا مرحلہ کرنا وضو اور غسل کے لئے شرط جواز کا درجہ رکھتا ہے شرط جواز ہر حالت میں مشروط۔ پہ مقدم رکھی جاتی ہے۔ اگر اس کو موخر کر دیا جائے تو عمل درست نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی نمازی وضو یا غسل کو پہلے بجا لائے اور استنجا کا مرحلہ بعد میں طے کرے تو اس کا وضو یا غسل شرعاً غیر معتبر ہوگا اور اسے استنجا یا استبرا کے بعد پھر سے وضو یا غسل کرنا پڑے گا۔

پانی کا وجوب

استنجا اور استبرا کے لئے پانی ضروری ہے پانی کے سوا پتھر، مٹی، ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کا مرحلہ طے نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پتھر اور ڈھیلے وغیرہ کے استعمال کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے ناپاکی ہلکی ہو جاتی ہے اور پاکی حاصل کرنے میں زیادہ پانی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اس وجہ سے شریعت محمدیہ نے پانی کے استعمال سے پہلے پتھر وغیرہ کے استعمال کو مسنون قرار دیا ہے۔

تعداد پر عدم انحصار

پانی کے استعمال سے پہلے پتھر اور ڈھیلے وغیرہ کے استعمال کی کھلی آزادی ہے۔ چاہے کوئی صرف ایک پتھر استعمال کرے یا ایک ڈھیلا استعمال کرے۔ چاہے ایک سے زائد جتنی بھی تعداد میں پتھر اور ڈھیلوں کا استعمال کرے۔ شرعاً روا ہے۔ کسی مخصوص تعداد میں ان کا استعمال منحصر نہیں ہے۔

فرقِ مابین

استنجا اور استبرا میں بظاہر لفظی تفاوت کے سوا کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہے۔ بعض حضرات محل استنجا کو پانی سے دھونے کا نام استنجا رکھتے ہیں اور اس محل کو نچوڑنے کا نام استبرا رکھتے ہیں۔ یہ از روئے شریعت محمدیہ وزنی بات نہیں ہے بلکہ اتنی سی بات ضرور ہے کہ پانی سے دھونے کا عمل استنجا ہے اور محل دھل کر خوب پاک ہو جانے کی حالت استبرا ہے۔ خواہ محل کو نچوڑے یا نہ نچوڑے۔ گویا پانی سے دھونے کی ابتدا استنجا ہے اور اختتام استبرا ہے۔

بدن اور کپڑوں کی پاکی کا وجوب

وَاِنْ كَانَ عَلٰى ظَاهِرِ بَدَنِكَ لَوْثٌ

نوٹ: آنے والی عبارت کا تعلق دراصل شرط وضو یا غسل کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ شرائط نماز میں شامل ہے۔ چنانچہ باب الصلوٰۃ میں صاف طور پر مذکور ہے کہ وَمِنْ شُرُوْطِهَا طَهَارَةُ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ۔ یعنی بدن اور کپڑے کی پاکی نماز کی شرطوں میں سے ہے۔ اس عبارت کے بارے میں قسط نمبر ۴ میں مفصل بات آ گئی ہے۔ چونکہ ناپاکی دور کرنے کی بات چل رہی ہے۔ یعنی باب الطہارت کی بات ہو رہی ہے لہٰذا وضو اور غسل کی شرطوں کے ساتھ یہاں پہ نماز کی بھی ایک شرط کا تذکرہ کیا گیا کیونکہ یہ بھی باب الطہارت کا مناسب مسئلہ ہے۔ باب الصلوٰۃ میں اس کی مزید تفصیل موجود ہے۔

(جاری ہے)

تصوّف

گذشتہ سے پیوستہ

آخوند غلام تقی

جس میں بیوی بچے گھر و تر، دکان یا کسی اور جگہ کے خیالات کا جھگڑا ہو جو کچھ زبان سے ادا ہو رہا تھا وہ دل کا نہیں بلکہ حلق اور زبان کا وہ رٹا رٹایا عمل تھا جو کثرتِ مشق سے نیند میں بھی ہو رہا ممکن ہے۔

جب دل اپنے دنیوی امور و معاملات اور سیر و تفریح میں مصروف ہو تو ایسی نماز کی اللہ پاک کے دربار میں کیا حیثیت ہوگی؟ جب وہ عین حاضری کے لمحوں میں بھی اللہ سے دور جھٹکے اس نماز کو حقیقی نماز بنانے کے لئے جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف متوجہ رہا۔ اسی طرح دل کا ربِ کعبہ کی طرف متوجہ رہنا بھی لازمی ہے۔ جسم و لباس کی طرح دل کا بھی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف ہونا ضروری ہے جب دل باطنی نجاستوں سے پاک ہو جائے گا تو یقیناً وہ زبان کی موافقت کرے گا اور دل و زبان کی رفاقت و ہم آہنگی متحقق ہوگی اور اسی کا نام تصوّف ہے اور اس کے حصول کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں:-

١. تزکیۂ نفس
٢. تصفیۂ قلب
٣. معرفتِ ربانی

تزکیۂ نفس

نفسِ انسانی پوری قوت اور اصرار کے ساتھ برائی کی طرف رغبت دلاتا ہے اور انسانی زندگی کا یہ المیہ ہے کہ اکثر بدنصیب انسان اس نفس کی جسے نفسِ امارہ کہتے ہیں چنگل میں آجاتے ہیں۔ ان حالات میں نفس کے ساتھ جہاد کرکے تزکیۂ نفس لازم ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ پاک تزکیۂ نفس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ یقیناً فلاح پا گیا اور جس نے اس کو خاک میں دبا دیا وہ یقیناً نامراد ہے۔

ایک اور مقام پہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور پھر نماز پڑھتا رہا۔۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تزکیۂ نفس ذکرِ الٰہی اور نماز سے بھی مقدم ہے۔ یہ اس لئے کہ انسان جب نفس کی گندگی کے ساتھ نماز اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو تو اسے بے ذوق سجدوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اسے ان عبادات کا حقیقی لطف و سرور حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی کیفیات و احوال اس قدر بدل جاتے ہیں کہ سجدے کے بعد اس کے ہر بن موے تن سے یہ صدا نکلتی ہے۔

ع کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اور پھر اس کی نماز کو وہ کیفیت، احساس عطا کی جاتی ہے جس کے درجات کی وضاحت سرکارِ دو عالم نے یوں فرما دی

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

کہ تو یوں اللہ کی عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو کم از کم یہ کیفیت ضرور حاصل ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یعنی کیفیت یہ ہونی چاہیئے کہ تم ذات باری تعالیٰ کا دیدار کر رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تصور تو ضرور ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب بندے کے ذہن میں یہ تصور جاگزیں ہو گا کہ میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے جو رحمٰن و رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ جبار و قہار بھی ہے تو وہ ہرگز کسی غیر کی جانب متوجہ نہ ہو گا

گویا تزکیۂ نفس جو تصوف کا پہلا زینہ ہے اور انسانی زندگی کو اپنے من کی تمام آلائشوں اور کدورتوں سے پاک کر دینے کا نام ہے اُس کا تقاضا ہے کہ نفس انسانی کذب و دروغ گوئی سے پاک ہو جائے۔ ریاکاری اور منافقت جیسے رذائل سے دور ہو جائے۔ غرور اور تکبر سے نجات حاصل ہو۔ حسد، کینہ اور بغض و عناد کا خاتمہ ہو جائے۔ دنیا کی محبت اور لالچ سے انسانی قلب پاک ہو جائے اور ان رذائل اخلاق کی جگہ عجز و انکساری، خشوع و خضوع، تواضع، جود و سخا اور محبت الٰہی جیسے فضائل انسان کے قلب و باطن کو منور کر دیں۔ تزکیہ نفس کا مقصود یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خود سے بہتر تصور کرے اور حضورؐ کا یہ فرمان پیش نظر رکھے کہ

ظُنُّوا المومنین خَیْرًا

"مومنین کے متعلق حسن ظن رکھو"

جب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر سمجھ کر عبادات الٰہی بجا لائے تو گویا وہ بندہ نفس امارہ سے نکل کر نفس ملہمہ کے مقام پہ پہنچ جاتا ہے اس مقام پہ پہنچ کر آدمی کے اندر خیر و شر میں امتیاز کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس امتیاز کے نتیجے میں اُسے خیر کی ضرورت کا احساس بھی ہوتا ہے۔ اس مقام سے گذرنے کے بعد نفس کا تیسرا درجہ جسے نفس لوامہ کہا جاتا ہے شروع ہوتا ہے۔ اس مقام پہ پہنچ کر انسان جب کسی برائی کا قصد کرے ناجائز بات کہنے لگے یا کسی پہ ظلم و زیادتی کا خیال دل میں لائے تو نفس اسے ملامت کرتا ہے نفس لوامہ کی ملامت اس قدر زبردست اور مضبوط ہوتی ہے کہ آدمی کو اس شر کا ارادہ ہی ترک کرنا پڑتا ہے اور جب نفس لوامہ کی گرفت مضبوط تر ہو جائے تو دل میں شر سے نفرت اور خیر سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے پر بہت آگے جذبات و داعیات بالکل کچلے جاتے ہیں اور نفس نیکی میں راحت و اطمینان پانے لگتا ہے اور جب نفس اس اعلیٰ مقام پہ پہنچ جاتا ہے تو رب کائنات اسے یوں مخاطب فرماتے ہیں۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝

اے نفس مطمئن واپس چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو پس شامل ہو جا میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

یہ نفس کا چوتھا مقام ہے یعنی نفس مطمئنہ جب نفس اس مقام پہ پہنچ جاتا ہے تو وہ نیکیوں پر مطمئن ہو کر جم جاتا ہے محبوب حقیقی کے قرب و وصال کی منزلیں قریب سے قریب تر دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اتنی قربت پیدا ہو جاتی ہے کہ خدا بندے کو اپنی دوستی کے حلقے میں شامل کر کے اپنی سمت بلانے لگتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ قریب آجا کہ میں تیری سماعت کو اپنی سماعت بنا لوں، تیری بصارت کو اپنی بصارت بنا لوں، تیری زبان کو اپنی زبان بنا لوں اور تیرے ہاتھوں کو اپنا ہاتھ بنا لوں اور مجھ سے اتنا قریب ہو جا کہ خالق و مخلوق کا فرق باقی نہ رہے لیکن تو اپنی ذات کو میری ذات میں اور اپنے ارادوں کو میرے ارادوں میں یوں گم کر دے کہ تیرے اندر اپنے ہونے کا احساس باقی نہ رہے۔

نفس مطمئنہ تو نیکیوں پہ راضی ہو گیا تھا لیکن نفس راضیہ کے مقام پہ وہ قرب و وصال کی لذتوں سے لطف اندوز ہو جاتا ہے۔ لذتوں کا یہ سرور اُسے مسلسل حالت

بے خودی میں رکھتا ہے اور وہ محبوب حقیقی سے جڑ جانے کے باعث دو عالم سے کٹ جاتا ہے۔

ہ دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی!

تصفیۂ قلب

اعمال قبیحہ کے ارتکاب سے قلب انسانی پر سیاہی و ظلمت غالب آجاتی ہے اور اس طرح باطن تاریک ہو جاتا ہے اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ تصفیہ و تجلیۂ باطن کا اہتمام کیا جائے تاکہ قلب انسانی نور معرفت الہٰی کا منبع و سرچشمہ بن سکے۔ کیونکہ قلب انسانی بدی کی کثرت سے زنگ لگ جاتا ہے جس کی طرف اللہ پاک نے قرآن حکیم میں خود اشارہ فرمایا ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ہرگز نہیں بلکہ ان کے کسب کی بنا پر ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے"

دلوں کے زنگ کا خاتمہ قرآن مجید کا مطلوب و مقصود ہے کیونکہ سارے اعضاء جسمانی دل کے ماتحت ہیں جیسا کہ سرور دو عالم ؐ نے فرمایا۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ"

"تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ اصلاح پذیر ہو جائے تو تمام جسم انسانی کی اصلاح از خود ہو جاتی ہے اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے خبردار! وہ دل ہے"

گویا جب تک انسان کے دل سے وہ زنگ دور نہ ہو جائے اُس وقت تک اُس کے باقی اعمال کی کوئی قدر نہیں۔ جب دل مجلیٰ و مصفیٰ ہو جائے تو تمام اعمال کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت ہوتی ہے۔

معرفت ربانی

تصوف کا مطلوب و مقصود ہی معرفت ربانی ہے اسی کی خاطر تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب پر زور دیا گیا ہے

قرآن حکیم نے انسانی تخلیق کی غرض و غایت ہی معرفت رب کو قرار دیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ
اَیْ لِیَعْرِفُوْنَ۔

میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں اور میری معرفت حاصل کریں۔ اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کی پہچان ضروری ہے جیسا کہ امیر المومنین ؑ کا قول ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

"جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"

معرفت ربانی کے ذریعے عارف اور غیر عارف کے مابین تفریق کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

انہوں نے اللہ کی جیسے قدر کرنی چاہیئے تھی نہیں کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

یعنی جو لوگ اہل ایمان ہیں اور ایمان کی حقیقی حلاوت و لذت سے بہرہ یاب ہیں وہ اللہ کی ذات سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں اللہ کی محبت اُجالے کر دیتی ہے اُن کی نس نس میں عشق الہٰی سرایت کر جاتا ہے پھر انہیں خواہ آتش نمرود میں ڈالو یا کوٹلوں پر جلسا دو تپتی ریت پر تڑپاؤ یا اذیتیں دے دے کر بے ہوش کر دو عالم بے خودی میں بھی اُن کے لبوں سے اَحَد اَحَد کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

ہ آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

معرفت الہٰی اور رضائے الہٰی کے حصول کے لئے محبت رسول ؐ شرط ہے کیونکہ محبت رسول ؐ ہی در اصل محبت الہٰی ہے رسول ؐ کی محبت اللہ کی ہی محبت کا پرتو ہے اس لئے یہ

اللہ کی محبت سے جدا کوئی محبت نہیں۔ اس لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے خدا کی اطاعت کی رضائے الٰہی محبت اور اطاعت رسولؐ میں مضمر ہے اس لئے حضورؐ کی عشق و محبت معرفت الٰہی کے لئے بیحد ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کے اندر عشق و محبت کا جو فطری جذبہ رکھا گیا ہے تصوف اسے جمال مصطفیٰؐ اور جمال و کمالِ خداوندی کی رعنائیوں کی طرف پھیر دینا چاہتا ہے اگر انسان کے جذبۂ محبت کو ایک مرکز مل جائے تو اس کے سازِ قلب پھر کسی مذموم جذبۂ عشق و محبت کے لئے نہیں بجیں گے بلکہ اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، حرکات و سکنات بلکہ ہر ہر فعل اللہ کے لئے ہو جائے گا اس وقت وہ انسان اس حدیث نبویؐ کا مصداق ٹھہرے گا۔

لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہٗ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہٗ یمشی بھا ولئن سالنی لاعطینہٗ ولئن استعاذنی لاعیذنہ الخ

"میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے اس قدر قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ عطا کرتا ہوں۔

اس حدیث قدسی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کثرت اور تواتر کے ساتھ نوافل کی ادائیگی بندے کو اس مقام محبوبیت پر فائز کر دیتی کہ اس سے صادر ہونے والے تمام افعال ذات باری تعالیٰ سے منسوب ہونے لگتے ہیں اور وہ بندہ اپنے رب کی امان میں آ کر ہر اس گناہ سے محفوظ کر دیا جاتا ہے جو اس سے بصارت، سماعت اور دیگر اعضاء و جوارح کے ذریعے صادر ہو سکتا ہے۔ یہ ہے صوفی کا مقام اور مرتبہ مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہم تصوف کے بلند بانگ دعوے تو کرتے ہیں مگر اپنے اسلاف کے روحانی فلسفے سے محروم ہو گئے ہیں۔ بقول ڈاکٹر اقبالؒ

تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے ؟
وہ زمانے میں معزز ہوئے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تصوف اور اسلام

غلام مہدی رہنگو

تصوف کا عملی اور نظریاتی پہلوؤں کے اعتبار سے دین اسلام سے گہرا تعلق ہے کیونکہ وہ دوسرے ہر دین و مذہب کی طرح بلکہ دوسرے ادیان و مذاہب سے بڑھ کر انسان کے خدا سے کائنات سے اور خود اپنے آپ سے تعلق کی توضیح کرتے ہیں۔ مسلمان صوفیہ اسلام سے ہٹ کر ہرگز کوئی بات نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی بات خلاف اسلام ہو تو اس کی سختی سے تردید کرتے ہیں علاوہ بریں صوفیائے کرام اسلامی حقائق سے بہتر واقف ہیں بلکہ سچے مسلمان وہی ہیں۔ زندگی کے عملی اور نظری پہلوؤں کے لئے کتاب و سنت سیرت ائمہ علیہم السلام اور اکابر صحابہ کرام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر وہ لوگ اپنی دنیا و آخرت کو سنوارتے ہیں۔

بعض مفکر اور دانشور تصوف کو غیر اسلامی چیز کہتے ہیں ان کے تین گروہ ہیں۔

پہلا گروہ ان کا خیال ہے تصوف اور معرفت کے لطیف اور دقیق خیالات دنیائے اسلام میں باہر سے آئے ہیں صوفیانہ خیالات کی اصل مسیحی ہے اور ایسے خیالات مسلمانوں میں عیسائی راہبوں کے سلسلہ میل جول کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں۔

دوسرا گروہ ان کا کہنا ہے کہ تصوف و عرفان اسلام اور عربوں کے خلاف ایرانیوں کا ردعمل ہے کبھی اس کو افلاطونی

پیدا اور بتلائے ہیں یہ نو افلاطونی فلسفہ، زرتشت، ارسطو، افلاطون و فیثاغورث کی آراء اور یہودی عیسائی عقائد کا معجون ہے۔

تیسرا گروہ

اس گروہ کا نظریہ ہے کہ تصوف و عرفان بدھ مت کے خیالات سے ماخوذ ہے۔ خود دنیائے اسلام میں بھی تصوف و عرفان کے مخالفین یہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں کہ کسی طرح ثابت کریں کہ تصوف کی اصل غیر اسلامی ہے اور اس کا قطعی اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ان تینوں گروہوں کا انداز بیان ایک ہی ہے ان مفکروں اور دانشوروں کے بقول تصوف کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے مجھے تصوف کی تعریف نہیں کرنی ہے بلکہ قرآن و سنت انبیاء کرام اور ائمہ اطہار مرشدین حقیقی کی تعلیمات کی روشنی میں ثابت کرنا ہے کہ تصوف شروع ہی سے اسلام کا لازمی جز رہا ہے۔ یہ تعصب پسند اور مادہ پرستی سے اندھے مفکر و دانشور اگر اپنی مادہ پرستی کی عینک اتار کر اہل تصوف کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرتے تو بلا ریاضت پرانا بڑا الزام نہ لگاتے۔ ناچیز سمجھتا ہے کہ یہ اغیار کے سیاسی ہتھکنڈے ہیں تصوف کے علمیات و الہٰیات کو رد کرنے اور عالم اسلام کو مادہ پرستی کی طرف راغب کرنے کے لئے یہ مفروضہ تیار کیا ہے۔

راقم قرآن مجید کے اہم واقعات کا بغور مطالعہ کرنے سے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ انبیاء کرام کے زمانے میں بھی اولیاء اللہ کی موجودگی کے اشارے ملتے ہیں میں اختصار کے ساتھ کچھ واقعات کنایات قرآنی کی روشنی میں بیان کروں گا۔

حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہم السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام برگزیدہ نبی تھے صف انبیاء میں آپ کو بڑی عظمت نصیب تھی۔ قرآن مجید میں جس قدر آپ کے حالات کا تذکرہ ہے کسی اور نبی کا مطلق نہیں ہے آپ کو خداوند تعالیٰ نے اولوالعزم پیغمبر ہونے کا شرف بخشا ہے اور آپ صاحب شریعت ہیں۔ اس کے مقابلے میں حضرت خضر علیہ السلام نبی مرسل صاحب طریقت تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ وعظ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے مجمع سے کھڑے ہو کر پوچھا۔ اے موسیٰ یہ فرمائیے۔ خداوند عالم نے آپ سے بھی زیادہ کسی کو علم دیا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا اس وقت دنیا میں مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت حضرت جبرائیل کو بھیجا کہ جاؤ موسیٰ سے کہو تم سے بڑا عالم میرا ایک بندہ ہے جو مجمع البحرین میں رہتا ہے لیس ان سے علم حاصل کرو۔ جب آپ مجمع البحرین پہنچے

تو اس وقت حضرت خضر نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز کے بعد حضرت موسیٰ سے آنے کا سبب دریافت کیا۔ حضرت موسیٰ نے آنے کا سبب بیان کیا۔ حضرت خضر نے فرمایا آپ کو علم سیکھنا ہے تو میرے پاس رہنا ہوگا جب تک میں آپ سے کسی بات کا ذکر نہ چھیڑوں آپ مجھ سے کسی چیز کی بابت سوال نہیں کریں گے حضرت موسیٰ نے وعدہ کیا۔ دونوں نے سفر شروع کیا۔ اس سفر کے دوران ایک دریا کے کنارے ایک کشتی کو کھڑے پایا۔ حضرت خضر نے کشتی میں سوراخ کر کے اسے ناکارہ بنا دیا۔ ایک شہر میں ایک بچے کو قتل کیا ایک گاؤں میں ایک نامعلوم مکان کی مرمت کی۔ ان تینوں واقعات پر حضرت موسیٰ کو تعجب ہوا اور آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ حضرت خضر سے سوال کیا۔

آخر میں حضرت خضر نے اس طرح جواب دیا (ترجمہ) سورہ کہف۔ وہ کشتی جو تھی چند غریب آدمیوں کی تھی جو اس کشتی کے ذریعہ دریا سے محنت مزدوری کرتے تھے میں نے چاہا اس میں سوراخ کر کے معیوب بنا دوں۔ آیات نمبر ۹ ے شریف۔ حضرت موسیٰ اور خضر ایک دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں ایک کشتی کو پایا۔ حضرت خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰ کے پوچھنے پر بتایا کہ چند ڈاکوؤں کا گروہ وہاں سے گزرتا تھا۔ اگر میں اس کشتی میں سوراخ نہ کرتا تو یہ ڈاکو یہ کشتی لے کر جاتے اور یہ کشتی چند غریب مچھیروں کے روزگار کا سہارا تھا۔

ترجمہ: سورہ کہف، وہ لڑکا، اس کے ماں باپ مومن تھے۔ سو ہم کو اندیشہ ہوا۔ اس کی سرکشی ان کو کفر میں مبتلا نہ کر دے۔ بہذا ہمیں یہ منظور ہوا کہ اس کی بجائے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور ماں باپ سے محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ تیسری آیت: رہی دیوار تو وہ یتیموں کی تھی جو اس شہر میں رہتے ہیں اور دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال تھا اور ان کے ماں باپ نیک تھے۔ چنانچہ ان کے پروردگار نے چاہا کہ وہ سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو اپنا دفینہ نکال لیں۔ سورہ کہف آیت نمبر ۸۲

بقول شاعر ؎

کشتیٔ مسکین و جان پاک و دیوار یتیم
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش
(اقبال)

حضرت سلیمان و آصف برخیا

اسی طرح حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ جن و انس، چرند، پرند، آب و ہوا سب کو آپ کے تابع بنایا تھا۔ آپ کا وزیر آصف برخیا عبادت گزاروں میں سے تھا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے دور کی اشیاء کو پل بھر میں

لانے کی طاقت عطا فرمائی تھی۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام جن و انس سے یہ سوال کیا کوئی ہے جو بلقیس کے تخت کو جلد از جلد میرے سامنے لائے۔ لہٰذا آصف برخیا نے پلک جھپکنے ہی میں تخت بلقیس کو حاضر کیا۔ یہ اہل طریقت کا ایک فن ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو کرامات سے نوازا ہے۔ اسی طرح ہر زمانے میں انبیاء و اوصیاء کے ساتھ ساتھ اولیاء عظام اور اہل طریقت بھی

ہوتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ کے زمانے میں آپ کے جانشین حضرت علیؑ کے علاوہ سلمانؓ، بلالؓ، مقدادؓ، ابو ذرؓ اور اویس قرنیؓ وغیرہ بھی اہل طریقت میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہمیشہ عبادت الٰہی ذکر و فکر گریہ و زاری اور شب بیداری میں مشغول رہتے تھے اور اس دنیا سے ہمیشہ کنارہ کشی کی۔ سوکھی روٹی یا فاقہ کشی ان کا شیوہ تھا۔

ہمارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ انسان اس دنیا میں جو کچھ کاشت کرتا ہے وہی آخرت میں ملتا ہے۔ ہماری یہ دنیا حقیقت میں پردیس ہے اصل وطن آخرت ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنے اصل وطن کی ہمیشہ فکر کریں۔ اصل وطن میں جانے کے لئے زاد سفر کا اہتمام کرنا چاہیے۔ صوفیائے کرام نے جہنم والوں کے لئے اس دنیا کو جنت اور اللہ کے خالص بندوں کے لئے جہنم قرار دیا ہے۔ یعنی ہمیں دنیا کی طمع میں غرق رہنے کی بجائے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے اس پر شکر کرنا چاہیے۔ مشکلات کا سامنا ہو تو صبر کرنا چاہیے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے اب تصوف کی تعریف درج کی جاتی ہے۔

بشیر بن حافی

جو شخص اللہ کے لئے اپنے قلب کو پاک کرے بس وہی صوفی ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ

تصوف یہ ہے کہ حق تجھے تیرے وجود سے الگ کر کے پاک کر دے اور پھر جو زندگی وہ تجھے دے وہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو۔

بقول شاعر ؎

موت التقی حیات لا نفاد لہا
قد مات قوم وہم فی الناس احیاء

یعنی پرہیزگار شخص کی موت ایسی زندگی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مر جاتے ہیں لیکن لوگوں کے درمیان وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخشؒ

اے عزیز جان لو کہ کائنات اور بنی آدم کی تخلیق کا مقصد معرفت الٰہی ہے تاہم اس کے بارے میں اہل تصوف (اہل عرفان) اور اصحاب تحقیق اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ ایک گروہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کو علم الیقین کی مدد سے پہچانتا ہے جبکہ

انبیاء کرام اولیائے عظام اللہ تعالیٰ کو تینوں ذریعوں علم الیقین، حق الیقین، عین الیقین کی مدد سے جانتے ہیں۔ یہی معرفت خداوندی صوفیاء کا سب سے بلند و ارفع مقام ہے۔

(بحوالہ کشف حقائق، مترجم حسنو)

امام جعفر صادق

عبادت کی تین قسمیں ہیں

پہلی قسم:۔ ایک گروہ اللہ کی عبادت صرف خوف کی بنا پر کرتا ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے۔

دوسری قسم:۔ یہ گروہ اللہ کی عبادت جنت کے لالچ کی خاطر کرتا ہے۔ یہ مزدوروں کی عبادت ہے۔

تیسری قسم:۔ یہ گروہ اللہ کی عبادت اللہ کی محبت اور اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہ عبادت کی بہترین صورت ہے۔

(بحار الانوار جلد نمبر ۱۵ صفحہ نمبر ۲۰۸) اہل تصوف کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ عبادت صرف اور صرف قرب الٰہی کی خاطر کرتے ہیں ان کا اصل مقصد دیدار الٰہی ہے۔ صوفی اپنے آپ کو فنا کر کے اللہ کے نور میں غرق ہونا چاہتا ہے۔ جنت و جہنم سے اہل تصوف کا کوئی سروکار نہیں۔

بو علی سینا

جو شخص دنیا کے مال و اسباب اور ناز و نعم سے روگردانی کرے وہ زاہد کہلاتا ہے جو شخص پابندی سے نماز روزہ وغیرہ جیسی عبادات بجا لائے عابد کہلاتا ہے اور جو شخص اپنے خیالات کو غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھے اور اپنی توجہ عالم قدس کی طرف مرکوز کر دے تا کہ اس کی روح انوار الٰہی کی ضیاء پاشیوں سے منور ہو سکے۔ اسے عارف کہا جاتا ہے۔

حضرت علیؑ نے اہل تصوف کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

علم نے انہیں صحیح بصیرت عطا فرمائی جس سے ایمان کی حرارت ان میں سرایت کر گئی جس بات کو آرام طلب لوگ مشکل سمجھتے ہیں وہ ان کو آسان معلوم ہونے لگی وہ اس چیز سے مانوس

ہو گئے جس سے جاہل گھبراتے ہیں۔ ان کے جسم دنیا میں اور ان کی روحیں ملاء الاعلیٰ میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن لوگوں نے چالیس دن تک خلوص دل سے اللہ کی رضا کے لئے عمل کیا۔ معارف الٰہیہ کے چشمے ان کے دل سے پھوٹ کر زبان پر جاری ہو جائیں گے بالآخر الہامات و واردات روحانی ان کے وجود کے مرکز میں آ جائیں گے۔

(احیاء العلوم جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۴۴ حاشیہ)

اہل صوفیہ جن چار سیروں کے قائل ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سیر من الحق:۔ پہلی سیر مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف ہے۔

۲۔ سیر بالحق الی بالحق:۔ دوسری سیر خود خالق میں ہے یعنی اس مرحلہ میں سالک یا عارف اسماء صفات الٰہی سے آشنا اور صفت الٰہی سے متصف ہوتا ہے۔

۳۔ سیر من الحق الی الحق:۔ تیسرے سفر میں دوبارہ مخلوق کی طرف لوٹتا ہے۔ مگر خدا سے جدا نہیں ہوتے۔ یعنی وہ خدا سے جدا ہوئے بغیر مخلوق کی ہدایت اور دستگیری کے لئے مخلوق کی طرف آتا ہے۔

۴۔ سیر فی الحق بالحق:۔ چوتھی سیر مخلوق کے درمیان سفر ہے مگر حق تعالیٰ کی معیت میں۔ اس آخری سیر میں عارف (صوفی) لوگوں کے ساتھ اور ان کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کی حاجت روائی کرتا ہے تاکہ ان کو خدا تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکے۔

سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش رحؒ اصول اعتقادیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

انبیاء علیہ السلام اور کامل اولیائے عظام وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ترجمہ: اللہ کی راہ میں بھرپور کوششیں جاری رکھو (سورۃ عنکبوت) کے مطابق مجاہدہ پر کاربند ہوئے اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ ترجمہ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے (سورہ عنکبوت) کی بناء پر اللہ کی یہی راہ ملی چنانچہ وہ عالم ملکی کے حالات کشف ہونے پر عالم ملکوت کو آنکھوں سے دیکھنے پھر عالم جبروت کا تفصیلی مطالعہ اور عالم لاہوت کی جھلکیوں سے منور ہونے کی انتہا کو پہنچ گئے وہ قطرہ کی طرح دریائے یکتائی میں جا گرے تمام بشری میل سے پاک ہو کر وہ اللہ کی معرفت میں گم ہو کر اللہ کی وحدت کے ساتھ باقی ہیں۔

حضور کی حدیث تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ کی خصلتوں کو اپناؤ) کے مطابق صفات الٰہی کے مظہر کی حیثیت سے پہچانے گئے۔

آج جعلی صوفیوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ یہ لوگ کشکول لئے اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر اپنے آپ کو قلندری اور حضرت علیؑ کا دیوانہ ظاہر کرتے ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں۔ ان لوگوں نے مزارات کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ چرس، ہیروئن اور افیون جیسے نشے میں مست پڑے رہتے ہیں۔ قوالی اور ڈھول تماشے میں مشغول رہتے ہیں۔ کعبہ و قبلہ کو ان کو معلوم نہیں ہے ان بناوٹی صوفیوں کی وجہ سے برے اثرات پڑے ہیں اور اسی وجہ سے اہل تصوف بھی بدنام ہو رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک صوفی وہی ہے جو تزکیۂ نفس کے ذریعے اپنے آپ کو صرف یاد الٰہی میں مشغول رکھے اور شریعت کے خلاف کوئی عمل اس سے سرزد نہ ہو بلکہ وہ تعلیمات الٰہی اور اسوۂ رسولؐ پر عمل پیرا ہو۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام ایک طرف تزکیۂ نفس اور ریاضت الٰہی میں مشغول رہے۔ دوسری طرف اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کا بھی مقابلہ کیا۔ یعنی جہاد اکبر اور جہاد اصغر دونوں کے فرائض انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان خاص بندوں کو صالحین، صدیقین، عارفین، زاہدین، شہداء، اولیاء اللہ اور وارث انبیاء جیسے القابات سے نوازا ہے۔ ہمارے پیارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین کے وارث آپ کے بارہ جانشین ہیں آخری امام حضرت امام مہدیؑ تا قیامت حکم الٰہی سے زندہ رہیں گے اور اللہ کے نیک بندے مرشد یا حقیقی امام زمانہ سے ملاقات کرتے ہیں اور یہی مرشد یا امام حقیقی کو پہچانتے بھی ہیں مرشد یا حقیقی نائب امام بھی ہیں ان ہی بزرگان دین کی وجہ سے یہ دنیا قائم و دائم ہے اگر یہ بزرگ ہستیاں نہ ہوتیں تو یہ دنیا قہر الٰہی کی وجہ سے کب کی نیست و نابود ہو جاتی۔ ہمارے مرشد یا حقیقی نے ہمیشہ دین اسلام میں اندھی تقلید کی بجائے تحقیق کا حکم دیا ہے لہٰذا ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم نہ صرف اپنے مسلک کی تحقیق کریں بلکہ دیگر ادیان و مسالک کا بھی مطالعہ کریں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

جی۔ ایچ معروفی

فلیٹ نمبر ۷۔ بلاک نمبر ۴۳ کیٹگری IV

آئی ایٹ اسلام آباد

اخلاقی بحران اور اس کے اسباب

ذاکر حسین ذاکر — میرپور، آزاد کشمیر

قوموں کا عروج و زوال کوئی اتفاقی یا حادثاتی واقعہ نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ ان کے پیچھے ٹھوس منطقی وجوہات کارفرما ہوتی ہیں کسی قوم یا معاشرے کے زوال کی سب سے اہم وجہ اخلاقی بحران ہے اور اسی طرح عروج کا سبب مضبوط اخلاقی اقدار پر مناسب عملداری ہے۔

جب کبھی اور جہاں کہیں اخلاقی اقدار کی اہمیت ختم ہو جائے یا گھٹ جائے یا ان اقدار کی غلط تشریح کی جائے یا ان سے تغافل برتا جائے تو ایسی صورت میں اخلاقی بحران پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کا سارا نظام متاثر ہوتا ہے اور وہ معاشرہ روبہ زوال ہونے لگتا ہے۔ میرے نزدیک کسی بھی نظام میں اخلاقی بحران کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ جہالت (۲) معاشی ناہمواری (۳) مادیت کی طرف (ضرورت سے زیادہ) جھکاؤ (۴) رقیب قوموں کی پالیسی (۵) اقدار کی غلط تشریح اور تعریفات میں متضاد تضاد۔ ان نکات کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

۱۔ جہالت :- اخلاقی بحران کی بنیادی وجہ جہالت یعنی اخلاقی اقدار سے بے خبری یا ان سے ناآشنا ہونا ہے جیسا کہ سقراط کا خیال ہے کہ شر کی بنیادی وجہ "خیر" کا کما حقہٗ علم نہ ہونا ہے۔ اگر خیر کا مکمل علم ہو تو "شر" یعنی اخلاقی بحران ناممکن ہے لیکن مکمل علم سے مراد صرف "آگاہی" نہیں بلکہ "حق الیقین" والی کیفیت ہے یعنی کسی انسان نے خیر یا شر کے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور محسوس کیا ہو۔ آنکھوں سے دیکھنے کا مطلب بذات خود محسوس کرنا ہے جب کوئی انسان علم کے اس معیار پر پورا اترے جو علم الیقین اور عین الیقین کے بعد کا مرحلہ ہے تو واقعی اس "عالم خیر" سے "شر" کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ لیکن اس درجے کے عرفان کے چند لوگ ہیں عام انسانوں کا تعلق محض آگاہی یا علم الیقین اور عین الیقین سے ہے

اگر یقین کے یہ دو توں معیار بھی حاصل ہو جائیں تو کافی ہے۔ کیونکہ اتنے علم سے بھی انسان جذبات اور خواہشات کا حکمران بن سکتا ہے جب خواہشات پر یقین کی حکمرانی ہو تو "انسانی ضمیر" بدیہی طور پر خبردار رہتا ہے یوں اخلاقی بحران کی نوبت نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی انسان کسی غیر اخلاقی فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اُس کا ضمیر اُسے کوستا ہے۔ تعلیم خیر کا مطلب ضمیر انسانی کو بیدار کرنا، اسے زندہ رکھنا اور اس کو حکمرانی کے اصول سکھانا ہے۔

تعلیم خیر سے مراد صرف بھلائی اور اس کے انجام سے باخبر ہونا ہی نہیں بلکہ شر کے مضرات سے بھی بخوبی آگاہ ہونا ہے۔ اگر کوئی معاشرہ یا قوم حقیقی معنوں میں تعلیم یافتہ ہو تو اس میں اخلاقی بحران کی گنجائش نہیں رہتی۔

۲۔ معاشی ناہمواری :- اخلاقی بحران کی دوسری بڑی وجہ کسی معاشرے کی غیر متوازن معیشت ہے۔ ایسی معیشت جس میں کچھ امیر ترین ہوں اور کچھ غریب ترین، کسی کے پاس کئی شاندار بنگلے ہوں اور کسی کے پاس فٹ پاتھ پر سونے کیلئے چٹائی کا ٹکڑا بھی نہ ہو تو ایسے حالات میں اخلاقی اقدار کی پاسداری بہت مشکل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ تو ایک وقت کے کھانے پر ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایک روٹی کے لئے مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو جہازوں میں سفر کرتے ہوئے تھکتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کے پاؤں میں پیدل سفر سے چھالے پڑ جاتے ہیں۔

یہ صورتِ حال بذات خود ایک اخلاقی بحران ہے جو مزید بحران پیدا کرنے کا منبع بھی ہے۔

"ستم بالائے ستم یہ کہ عموماً اس امیر طبقے کا رویہ غریبوں سے انتہائی نامناسب بلکہ ناگفتہ بہ ہوتا ہے۔"

جب ایک حساس طبع انسان کسی امیر کی یہ حالت اور رویہ

دیکھتا ہے تو اس کی قوتِ بقا (VITAL FORCE) مشتعل ہو جاتی ہے۔ جو اُسے اُس (امیر) جیسا بننے کی شدید خواہش پیدا کرتی ہے لیکن عام حالات میں اُس غریب کے لئے امیر سے اُس کے رویے کا بدلہ لینا یا اُس جیسا بننا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ ایسی راہیں ڈھونڈتا ہے جو اسے راتوں رات امیر بنا دیں اور وہ ان امیروں سے اپنا نفسیاتی انتقام لے لے۔ اب وہ غریب شخص "مجسم بحران" بن کر اٹھتا ہے اور بہت کچھ کر جاتا ہے لیکن اس کی وجہ شدید معاشی ناہمواری اور امیر کا رویہ ہے اور ناہمواری کا ذمہ دار معاشرے کا نظام یا حکومت ہے۔

اگر معاشرے کے افراد کے درمیان معاشی فرق زیادہ نہ ہو اور امیروں کا رویہ غریبوں سے متنفرانہ نہ ہو تو اخلاقی بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے بلکہ ایسے حالات پیدا ہی نہیں ہوں گے جو بحران کو جنم دیں۔ بصورت دیگر ہر انسان کی شدید "آرزوئے بقا" اور "تقاضائے خودنمائی" اخلاقی اقدار کو روند دے گی یوں نہ صرف وہ خود بلکہ پورا معاشرہ کشمکش کا شکار ہو جائے گا۔

۳۔ مادیت کی طرف حد سے زیادہ جھکاؤ:

کسی بھی معاشرے یا نظام کی ہم آہنگی یا نظم اس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک ہر فرد اپنے مفادات کی بقا کے لئے دوسروں کے مفادات پر ہاتھ ڈالنے سے اجتناب کرے۔ اگر ہم اپنے مفادات اور حقوق کی بقا چاہیں تو دوسروں کے حقوق کی حفاظت لازمی ہے۔ اگر دوسروں کے حقوق کی حفاظت نہیں کریں گے تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ ہمارے مفادات کا تحفظ کریں۔ حقوقِ انسانی کے تحفظ کے لئے ضبط کی ضرورت ہے اور یہ ایک اخلاقی قدر (MORAL VALUE) ہے جسے مذہبی زبان میں قناعت بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی جو کچھ اپنے پاس ہو یا درست طریقے سے حاصل کیا جا سکتا ہو اس پر قانع ہو جائے کیونکہ معاشرے کی ہم آہنگی، نظم و استحکام اور بھلائی اسی میں ہے۔

اگر ہم زیادہ سے زیادہ مادی لذتوں کے پیچھے پڑ جائیں اور مادی برتری کو ہی مقصدِ حیات سمجھ کر ہر ممکن طریقے سے اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا جس کی سزا سب سے پہلے ہمیں خود بھگتنی پڑتی ہے پھر دوسرے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

جب انسان مادی لذتوں سے بہرہ مند ہو جائیں تو کوئی آرزو باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ اس کی کل آرزو انہی لذتوں کا حصول تھا۔ جب آرزو ختم ہو جائے تو جستجو فنا ہو جاتی ہے اور جب جستجو فنا ہو جائے تو گھٹن انسان پر مجبوراً طاری ہو جاتا ہے یوں اختتامِ آرزو کے ساتھ اس جمود سے باہر نکلنے کے لئے اپنی زندگی کا بھی خاتمہ چاہتا ہے کیونکہ اس کے پیشِ نظر کوئی منصبِ حیات نہیں۔ جو تھا سو پورا ہو گیا۔ پھر خودکشی اس ڈرامے کا انجام ہوتا ہے یہی مادیت کی طرف حد سے زیادہ جھکاؤ کی سب سے بڑی سزا ہے کہ وہ زندگی جیسی حسین چیز سے بیزار ہو جاتا ہے اور اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی حال آج مغرب کے اُس معاشرے کا ہے جسے ہم ترقی یافتہ کہتے ہیں۔ اگر انسان اس قدر مادیت کا دلدادہ نہ ہو تو وہ دوسروں کیلئے جینا چاہتا ہے اور جینے کی چاہت ایک بڑی نعمت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے زندگی پیاری ہے۔ پیاری اس لئے ہے کہ وہ حسین ہے اور حسین اس لئے ہے کہ اس میں آرزو، تڑپ اور جستجو ہے۔ نہ ختم ہونے والی جستجو ہی رازِ زندگی ہے اور جو "عظیم" ہیں، وہ ہمیشہ "عظیم تر" کی تلاش میں رہتے ہیں اور عظیم تر کا سلسلہ لامحدود ہے۔

لہٰذا حقیقی زندگی محدود مادی لذتوں کا نہیں بلکہ عظیم اور لامحدود تمناؤں آرزوؤں اور جستجو کا نام ہے۔ ؎

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

۴۔ رقیب قوموں کی پالیسی

اگرچہ یہ اصطلاح عجیب سی لگتی ہے لیکن یہ سو فیصد حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کا اگر کوئی دشمن ہو تو وہ اس کو ہر لحاظ سے روبہ زوال کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سلسلے میں سستا ترین طریقہ دشمن قوم میں اخلاقی بے راہ روی پھیلانا ہے تاکہ افرادِ ملت کی توانائیاں ضائع ہوں اور وہ کمزور اور لاغر ہو جائیں یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جو اس وقت دنیا کو درپیش ہے۔ دورِ حاضر میں ہم خود اس تجربے سے گزر رہے ہیں کہ ہماری مخالف قومیں ہم میں اخلاقی بے راہ روی پھیلا کر اور اخلاقی اقدار کی پامالی کا سبق دے کر ہماری توانائیاں چھیننا چاہتی ہیں اور ہمیں کمزور و مجبور بنانے کی فکر میں لگی ہوئی ہیں جبکہ ہم بڑے فخر سے ان کی نقل اتارنے میں مصروف ہیں۔ مثلاً آج مغربی طرزِ معاشرت اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ قریبی دشمن ملک کا کلچر بھی

عجب ہے۔ یہاں تک کہ کسی نوجوان کو اپنے دادا یا نانا کا نام بے شک یاد نہ ہو لیکن پڑوسی ملک کی اداکاراؤں کے نام ضرور یاد ہوں گے۔

یہ ایک تشویش ناک اخلاقی بحران ہے کہ ہم رقیب اقوام کی پالیسی سے بے خبر ان کی تہذیب کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں آپ ہی بتائیں کہ یورپ کا بے لگام نظریۂ آزادی اور فحش فلموں کی بھرمار امریکی طریقہ زندگی کا پرچار، پیرس کی رنگین شاموں کی نقالی، بڑے بڑے ہوٹلوں میں مغربی کلچر کا منظر، غریبوں کے ساتھ استحصالی رویہ، کفر و شرک کے فتوے، بھائی کو بھائی سے لڑانے کی سازش، فساد کو ہوا دینے کی کوشش، عداوت پھیلانے کی مہم، محبت مٹانے کے حربے۔ کیا یہ سب کچھ رقیب اقوام کی پالیسی نہیں۔ یہ عمل بکھرو زہریں منشیات کا کاروبار بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ یہ سب اپنی بذات خود اخلاقی بحران اور مزید بحران پیدا کرنے کی کوششیں ہیں جو رقیب قومیں ایک دوسرے کے ساتھ کرتی ہیں اس بحران سے نجات کے صرف دو ہی راستے ہیں۔

یہ کہ ہم کسی کو بھی اپنا دشمن نہ بنائیں سب کو دوست رکھیں یا پھر رقیبوں کی پالیسی اور غیروں کی نقالی سے ہوشیار رہیں۔

۵۔ اقدار کی غلط تشریح

اخلاقی انتشار میں یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے اور اس کا سہرا نیم ملاؤں کے سر جاتا ہے۔ جو مذہب کو محض چند اعمال کا مجموعہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور تنگ نظریات سے اخلاق کی عظیم قدروں کو محدود کر کے عوام الناس تک پہنچاتے ہیں۔ یوں بیچارے عوام کالانعام خدا کے بنائے ہوئے اصولوں کو انسانی اقدار سمجھتے ہیں اور عظیم انسانی اصولوں اور قدروں کو ناکارہ، غیر ضروری یا ناقابل عمل سمجھتے ہیں اور مزید برآں انسانی حقوق کا تعین کرنے میں بھی وسیع النظری نہ ہونے کی وجہ سے حقوق حق داروں کی بجائے قرابت داروں کو مل جاتے ہیں یا کبھی اپنی سہولت یا چند بااثر لوگوں کی خواہش کے مطابق اقدار کی تشریح کر کے اپنی خواہشات کا جواز نکالا جاتا ہے بقول اقبال ؒ

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پاژند

یہ شعر منصب سے سطر قرآن کو چھپا کر دیا تو نے
اور یوں اسی غلط تشریح سے بھی انتشار و بحران پیدا ہوتا ہے

۶۔ متعصبانہ اختلافات

یہ اخلاقی بحران کی آخری وجہ ہے۔ اگرچہ کچھ افراد یا گروہ اپنے نظریات کی حقیقت اور دوسروں کے نظریات کی حقیقت سے آگاہ تو ہوتے ہیں لیکن ذاتی جاگیر یا گروہی انا کی خاطر اپنی بات پر ڈٹ جاتے ہیں اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے اس کی اشاعت کی کوششیں کرتے ہیں۔ وہ کبھی بھی کھلے دل سے ایک دوسرے کو سننے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ نہ ہی دوسرے کو بولنے کا موقع دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ محض مخالفت برائے مخالفت کی بنا پر اپنی انا کی خاطر یا کسی مفاد کے پیش نظر کوئی خاص نظریہ پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جسے وہ بڑے فخر کے ساتھ اخلاقی اقدار کے زمرے میں شمار کرتے ہیں اور اخلاق کو کچھ اس طرح کے بھیانک انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ سادہ لوگ اس قسم کے اخلاق کی ہیبت سے ہی گھبرا جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند نیم ملاؤں کے نمونے قابل ذکر ہیں۔ مثلاً کسی گروہ کا یہ کہنا کہ صرف ہم حق پر ہیں، باقی سب ناحق ہیں، باطل ہیں، باطل کو جینے کا حق نہیں۔ لہٰذا اپنے سوا دوسروں کا جینا دوبھر کر دو یہی ہمارا اخلاقی فریضہ ہے۔ یہ کوئی افسانوی جملہ نہیں بلکہ بعض "قائدین" کے فرمودات من و عن یہی ہوتے ہیں۔

اب آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ متعصبانہ اختلاف نظریات کس طرح اخلاقی بحران پیدا کرتا ہے۔ یہ ہیں اخلاقی بحران اور ان کے نتیجے میں کسی قوم کے زوال کے چند اسباب۔ ان کی روشنی میں کسی بھی قوم کے عروج کا راستہ خود متعین کیا جا سکتا ہے۔ اخلاقی بحران سے بچنا عروج حاصل کرنے اور اس پہ قائم رہنے کا زریں اصول ہے۔

بقیہ : حضرت عباسؑ علمبردار

حملہ کیا اور فرات پر قبضہ کر لیا مشک بھر کر چلو میں پانی لیتے ہیں اور یہ کہہ کر پھینک دیتے ہیں کہ قسم خدا کی میں پانی نہ پیوں گا اس لئے کہ حسین پیاسے ہیں۔ اور اس طرح کے بہت سے واقعات عباسؑ بن علیؑ کی وفاداری کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتے ہیں۔

حسینؑ کی حفاظت عباس بن علیؑ پر فرض تھی وہی فرض دسویں محرم کو عباسؑ نے اس حسن خوبی سے ادا کیا کہ آج بھی ان کا نام تاریخ کربلا اور تاریخ انسانیت میں جلی حروف سے بعنوان "وفا" درج ہے جن کی شہادت سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی اور قوت زائل ہو گئی اس بہادر سپاہی نے ایسی ایسی غمخواری کی جس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ قبر پہ لکھا گیا۔ حسینؑ کا سقا، پیاسا شہید ہوا۔

سید بشارت علی
قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد

اہل نوربخشیہ کا عقیدۂ امامت

مسلک نوربخشیہ کا کلمہ

بنائے ایمان پانچ اصول دین پر مشتمل ہے۔
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ہ
یعنی میرا ایمان ہے۔

۱. اللہ پر
۲. اللہ کے فرشتوں پر
۳. اللہ کی کتابوں پر
۴. اللہ کے پیغمبروں پر
۵. قیامت کے دن پر

چونکہ قاعدہ کلیہ کے تحت رسالت اور امامت لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے امامت پر ایمان کا جواز بھی رُسل پر ایمان سے ملتا ہے۔ اسی لئے رسالت پر اعتقاد رکھنے کے ساتھ ساتھ امامت پر اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے۔ چنانچہ شاہ سید علیہ الرحمۃ اصول اعتقادیہ میں فرماتے رہیں۔ وَیَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اِنَّ الْاِمَامَۃَ عَلٰی نَوْعَیْنِ حَقِیْقِیَّۃٌ وَّاِضَافِیَّۃٌ

امامت کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور اضافی۔ امامت کی جملہ صفات ظاہری و باطنی اس کی شرائط اور ارکان سے متصف ہونا امامت حقیقی ہے اور یہ بارہ جانشینوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ ولایت حقیقی بھی کہلاتے ہیں جبکہ امامتِ اضافی یا ولایت اضافی بھی باقی اولیائے کرام کہلاتے جاتے ہیں۔

امامت حقیقی کی دلیل حضورؐ کی حدیث سے بھی مل سکتی ہے جس کا حوالہ شاہ سید علیہ الرحمہ نے بھی دیا ہے۔

حدیث رسول ہے عبایہ ابن ربعی روایت کرتا ہے کہ حضور نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ وَاِنَّ الْاَوْصِیَاءَ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُھُمْ عَلِیٌّ وَاٰخِرُھُمُ الْمَھْدِیُّ :۔ میں تمام نبیوں کا سردار ہوں اور علی تمام وصیوں کے سردار ہیں اور میرے بعد بارہ وصی ہوں گے۔ جن میں پہلا علیؑ اور آخرہ مہدیؑ ہوں گے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث سے خلفاء اور اوصیاء کی تعداد ۱۲ ہی مشہور ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت، اپنے رسولؐ کی اطاعت، کے بعد نبی اولی الامر کی اطاعت کرنے کی تلقین کی ہے۔ یہاں اولی الامر سے مراد صاحب اقتدار نہیں بلکہ یہاں وہ حکومت مراد ہے جو اللہ کی جانب سے ودیعت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے کیا لوگ اللہ کی جانب سے ان کے آس پاس کیا ایک دوسرے پر کہ فرانہ کی پر حسد کرتے ہیں؟ ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب، حکمت اور بہت بڑی مملکت دی۔ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حکومت سے مراد حکومت الٰہی ہے مگر اس حکومت کے سزاوار وہی ہستیاں ہیں جن کی صراحت حضورؐ نے یوں فرمائی۔

میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑ تا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری عترتؑ اہلبیت۔ اور یہ دونوں حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔

ایک لمحہ کے لئے سوچیں تو مسلک نوربخشیہ ایسا مسلک ہے جس نے ان دونوں میں توازن رکھا ہوا ہے۔ اس ہاں مسلک کا معیار قرآن، عترتِ اہلبیت اور سنت ہوتا ہے اور ان کے عملیات اور اعتقادات میں بھی ان دونوں چیزوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ ایکطرف اذان میں علیؑ کی ولایت کا اقرار تو نماز کے بعد انہی ہستیوں سے عقیدت کا بھرپور مظاہرہ۔ ہر ایک ہستی کا نام دے کر صفات کا واسطہ دینا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ بے شک یہ لوگ اللہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہیں۔ وسیلۂ آل رسول و محبت آلِ رسول ان کا شعار ہے

اطلبوا العلم من المھد الی اللحد یعنی پنگھوڑے سے کر قبر تک تعلیم حاصل کرو۔ کے مطابق پنگھوڑے میں کلمات اذان کے علاوہ اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ، مُحَمَّدٌ وَّعَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ کی تعلیم دی جاتی ہے

اور قبر میں اتار کر بارہ اماموں کے اسماء گرامی لینے کے بعد ان ہستیوں سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہی ہستیاں ہمارے روحانی سردار ہیں، روحانی قائدین ہیں اور ائمہ ہیں

خالق کائنات سے دعا ہے کہ ہمیں انہی ہستیوں کی معرفت دے اور انہی کے زریں اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسلک نوربخشیہ کے خلاف ہونیوالے اشاعتی یلغار کی ایک جھلک

تحریر: سید ابن حسن کاظمی، مرکزی صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

بلتستان میں اشاعت اسلام کی ابتداء آٹھویں صدی ہجری میں حضرت امیر کبیرؒ کی مبارک کوششوں سے ہوئی۔ پھر آپ کے معنوی جانشین حضرت شاہ سید محمد نوربخش قدس سرہٗ نے اس مشن کو مزید وسعت دیتے ہوئے اکثر علاقوں کو اسلام کی روشنی سے منور کیا بعد ازاں میر شمس الدین عراقی بت شکنؒ نے دسویں صدی ہجری کے اوائل تک اشاعت اسلام کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور بلتستان میں ایک پائیدار اسلامی معاشرے کی تشکیل فرمائی۔ چنانچہ ان تینوں بزرگان دین کی کاوشوں کے نتیجے میں جو اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ وہ مکمل طور پر صوفیانہ رنگ لئے ہوئے تھا۔ لوگ مذہب صوفیہ پر عمل پیرا تھے۔ اصول و فروغ میں حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کی شہرہ آفاق فقہی کتاب الفقہ الاحوط اور کتاب الاعتقادیہ پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ان کا مسلک نوربخشیہ کہلایا جانے لگا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نوربخشی بزرگان دین اپنے اپنے مشن کو استحکام بخشتے رہے یہاں تک کہ میر مختار اخیارؒ کے زمانہ کے زمانہ تک نوربخشی قوم اپنے عروج پر پہنچی۔ اس زمانے میں قابل قدر تصنیفی اور اشاعتی کام ہوئے۔ انیسویں صدی کے وسط تک بلتستان کی آبادی مکمل طور پر نوربخشی پیروکاران پر مشتمل تھی۔ تاہم انیسویں صدی کے آخری اور موجودہ صدی کے ابتدائی عشروں میں ذرائع نقل و حمل میں وسعت کی بنا پر دوسرے مسالک کے علماء و مبلغین یہاں آنے لگے۔ اور اپنے عقائد کی تبلیغ میں کوشاں رہے۔ چونکہ دوسرے مذاہب کے مبلغین جدید دور کے تقاضوں سے واقف تھے اس لئے وہ انتہائی ہوشیاری اور منصوبہ بندی کے تحت اپنے مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔ ادھر مقامی لوگوں کی اکثریت علم کی دولت سے محروم، غریب اور پسماندہ تھی مزید برآں نوربخشی علماء نئے دور کے تقاضوں کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ بجا لانے میں ناکام رہے تھے۔ اس وجہ سے لوگ نئے مبلغین کی باتوں سے متاثر ہو کر اپنا مذہب تبدیل کرنے لگے۔

اس سلسلے میں سب سے افسوس ناک امر یہ ہے کہ نوربخشی لوگوں کو اپنے مذہب میں جذب کرنے کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کیا گیا جس سے یہ مقصد حاصل ہو۔ چنانچہ کبھی نوربخشیہ مسلک کو باطل قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف کفر اور بطلان کے فتوے جاری کر دیئے گئے۔ کبھی اس کے برعکس نوربخشی اعمال و عقائد کو اپنے قریب ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا نوربخشی بزرگوں کی کتابوں کو ترمیم و اضافہ کر کے مختلف لیبل لگا کر شائع کیا گیا اور نوربخشی اعمال و عقائد کی نت نئی اور انوکھی تشریح کر کے ان کو زبردست نقصان پہنچایا گیا۔

مذکورہ بالا پس منظر میں نوربخشیوں کے خلاف لٹریچر کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ ذیل میں ہم ان کتابوں اور رسالوں پر مختصر سی روشنی ڈالتے ہیں۔ جو نوربخشیوں کو نظریاتی نقصان پہنچانے کی غرض سے لکھی گئیں۔

۱۔ تحفۂ تبت: اس کتاب کو ۱۹۳۶ء میں مولوی عبدالحق نے شائع کر کے بلتستان میں مفت تقسیم کرایا اس کتاب میں مولف نے نوربخشی اعمال و عقائد کو مبالغہ آمیز رنگ دے کر اور توڑ مروڑ کر ایک لمبے سوالنامہ کی شکل میں علماء ہندوستان کے سامنے پیش کیا۔ اس سے بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ مذکورہ سوالنامہ میں بعض ایسے اعمال و عقائد کو جن کا نوربخشی مسلک سے کوئی تعلق نہیں ان سے منسوب کیا گیا اور بعض اسلامی شعائر جن کے نوربخشی معتقد تھے انہیں ان کا منکر دکھایا۔ اس طرح علمائے ہند کو مکمل گمراہی میں رکھ کر ان سے نوربخشیوں کے خلاف کفر اور بطلان کا فتویٰ حاصل کیا اور ان سب کو ایک کتاب کی شکل دے کر نوربخشیوں میں مفت تقسیم کر دیا تاکہ وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو کر اپنا مذہب چھوڑ دیں۔

۲۔ وادئ بلتستان کے مذہبی حالات: یہ کتاب سکسا چھوربٹ کے مولوی عبدالرشید کی تصنیف ہے۔ مصنف مذکور نے حقائق کو مسخ کرتے ہوئے نوربخشی بزرگان دین کے بارے میں غلط اور بے بنیاد معلومات فراہم کر کے قارئین کو گمراہ کرنے کی ناکام سعی

کی ہے۔ بلتستان میں مسلک نوربخشیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور میر سید محمد نوربخش دونوں سنی العقیدہ بزرگ تھے بعد ازاں ایک شیعہ عالم الدین میر شمس الدین عراقی بت شکنؒ نے خود کو میر سید محمد نوربخش کا خلیفہ ظاہر کرتے ہوئے علاقے میں شیعہ عقائد کی تبلیغ کی۔ جس کے نتیجے میں نوربخشی مسلک کو فروغ حاصل ہوا۔ اس طرح عبدالرشید صاحب نے دنیا کی نظروں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگ نوربخشیوں کے بارے میں اصل حقائق سے ناآشنا رہیں۔

۳۔ کاشف الحق یہ کتاب سید علی کریمی نے لکھی تھی جنہیں اپنی زندگی میں اس کو شائع کرنے کی توفیق نہ ہو سکی۔ تاہم ان کے فرزند سید عباس موسوی نے اسے شائع کیا۔ سید علی کریمی اپنے ڈھلمل والے مذہبی کردار کی وجہ سے نوربخشیوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ موصوف اپنی زندگی کے ابتدائی حصے میں نوربخشی تھے اور کافی بااثر ہونے کے ساتھ ساتھ اہل نوربخشیہ کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ تاہم موصوف مزید حصول علم کی خاطر نجف اشرف چلے گئے اور وہاں سے مذہب تبدیل کر کے لوٹے لیکن انہوں نے ایک لمبے عرصے تک اپنی اس تبدیلی کو چھپائے رکھا اور بکمال ہوشیاری سے نوربخشیوں کو اپنے افکار سے بدظن کراتے رہے۔ ادھر نوربخشی علماء کی طرف سے مؤثر مزاحمت نہ ہونے کی بنا پر انہیں روز افزوں کامیابی ہوتی گئی یہاں تک کہ آخر کار انہوں نے کھل کر اپنے نئے عقیدے کا اعلان کیا اور اپنے ساتھ نوربخشی آبادی کی ایک بڑی تعداد کو بھی لے گئے۔ جو لوگ تبدیلی مذہب سے بچ گئے تھے وہ اپنا تشخص کھو کر حد سے زیادہ دوسرے فرقے کے ہم خیال ہو گئے۔ نوربخشیوں کے اندر موجودہ اختلافات اور نظریاتی کشمکش کا بنیادی سبب انہی کی تبلیغ ہے۔

مذکورہ کتاب کاشف الحق موصوف کی انہی ناپسندیدہ سرگرمیوں کی ناخوشگوار یادگار ہے۔ کتاب میں نوربخشی بزرگان خصوصاً حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ، میر شمس الدین عراقیؒ اور ان کے خلفاء کو شیعہ قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بلتستان کے اکابرین سادات بالخصوص اپنے بھائی سید مختار اور اس وقت کے پیر نوربخشیہ حضرت سید محمد شاہ کو بھی شیعہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے جو کہ تاریخی حقائق کے برعکس ہے۔

۴۔ دعوت اتحاد کتاب دعوت اتحاد معہ ضمیمہ خپلو کے ایک مولوی محمد امین چو کی تصنیف کردہ ہے۔ ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۸ء کے درمیان منظر عام پر آئی مصنف نے نوربخشی مسلک اور اس کے پیروکاروں کو تختۂ مشق بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے سید علی کریمی والا انداز اپنا رکھا ہے کہ چونکہ نوربخشی اور شیعہ حضرات دونوں بارہ آئمہ کو مانتے ہیں، عید اور ماتم کے مجالس دونوں منعقد کرتے ہیں اس لئے ان دونوں میں چنداں فرق نہیں اور ایک جان دو قالب کی مانند ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ موصوف اپنے مقصد کے حصول میں کافی حد تک کامیاب رہے کیونکہ اس کتاب کے لکھنے کے نتیجے میں انہیں کئی سادہ لوح نوربخشی علماء کی ہمدردیاں حاصل ہو گئیں کیونکہ وہ سمجھنے لگے تھے کہ برادر امین چو صاحب نے تحفۂ تبت کا جواب دے کر نوربخشیوں کا دفاع کیا ہے حالانکہ سیاست کچھ اور تھی۔ نوربخشی علماء کی اس قسم کی سادہ لوحی اور حالات کے پیچ و خم سمجھنے میں ناکامی نے انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

دعوت اصلاح اپریل ۱۹۵۸ء

۵۔ دعوت اصلاح میں مولوی عبدالرشید سکساوی نے امین چو کی دعوت اتحاد کے جواب میں فوری رد عمل کے طور پر لکھی انہوں نے دعویٰ کیا کہ نوربخشیہ مسلک شیعہ کے نہیں بلکہ اہل سنت کے زیادہ قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلتستان میں مولوی عبدالحق نام کوئی عالم نہیں ہے۔ حالانکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ مولوی عبدالحق علاقہ غواڑی کا رہنے والا تھا اور ہندوستان میں زیر تعلیم تھا جس کا ذکر خود عبدالرشید نے اپنی پہلی کتاب "وادی بلتستان کے مذہبی حالات" میں کیا ہے۔ وہی تحفۂ تبت کا مصنف ہے۔

۶۔ تنویر سراج سید علی کریمی کے بیٹے سید عباس موسوی نے اپنے باپ کے مشن کو آگے بڑھانے اور باقی ماندہ نوربخشیوں کو بھی گمراہ کرنے کے لئے تنویر سراج نامی ایک کتاب تالیف کی۔ جو ان کے کہنے کے مطابق فقہ احوط کی شرح ہے۔ پہلی جلد فقہ احوط کے ابتدائی کلمات کی من پسند تشریح اور دوسرے خرافات سے پر کر کے شائع کروائی۔ ابھی وہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا تھے کہ مشیت ایزدی کو ان کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ اور انہیں بھی اپنا مشن ادھورا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونا پڑا۔ تاہم کتاب نوربخشی حلقوں میں موجود ہے کاشف الحق اور تنویر سراج الحق دونوں کتابیں انجمن نے ہی چھپوائیں۔

۷۔ آئین طریقت و ترجمہ رسالہ دفع اختلاف

باقی ص ۱۹ پر

پیکرِ وفا ـ حضرت عباس علیؑ

محمد ابراہیم فیضی
یوچنگ بلتستان

تاریخ ادب میں بہت سے الفاظ اس انداز کے ساتھ آئے ہیں کہ جب تک ان کے پیکر و تلاش کرتے جائیں ان کا مفہوم واضح نہیں ہوتا ۔ مطلق یا مجرد طور پر ان کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا ۔ الفاظ اور زبان اظہار خیال کا ذریعہ ہیں ۔ اظہار کے یہ ذرائع جتنے زیادہ واضح ہوں گے اتنا ہی ان کا مفہوم سمجھنا آسان ہوگا ۔ الفاظ کبھی نام کو ظاہر کرتے ہیں اور کبھی صفت کو ۔ مگر کربلا کی تاریخ ایک ایسی تاریخ ہے جہاں صفت اور نام دونوں ایک ہی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ کربلا کی تاریخ میں جب عباس ابن علی کا نام لیا جاتا ہے تو اس کے معنی لفظ " وفا " کی ایک مجسم تصویر کے ہیں ۔

تاریخ بتاتی ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت حضرت عباس کا سن شریف چھبیس برس تھا یا بعض روایات کے مطابق چونتیس برس کا ۔ اس اختلاف روایات سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا سن تیس بتیس سال کا تھا ۔ یہ عمر بھرپور جوانی کی ہے جس میں شعور میں پختگی آتی ہے ۔ اس منزل پر پہنچ کر بیٹا باپ کا اور بھائی بھائی کا شریک مشورہ ہوتا ہے لیکن کربلا کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ عباس ابن علی نے حسینؑ کو اپنا بھائی نہیں بلکہ اپنا آقا تصور کیا ہے ۔

محبت اور وفاداری کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے ہر فعل اور ہر عمل سے محبت کی جائے ، جس کو اپنا بزرگ تسلیم کر لیا جائے اس کے حکم پر چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی جس طرح حضرت علیؑ نے رسولِ اکرمؐ کی ہدایت کے مطابق ہجرت کے موقع پر بستر رسولؐ پر لیٹ کر تعمیل حکم کی روشن روایت قائم کی ۔ اسی طرح حضرت عباس نے ہمیشہ حسینؑ کے ہر حکم کو تسلیم کیا ۔ اور اطاعت میں سرخم رکھا ۔

امام حسین کی ولادت کے موقع پر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں پرنم ہو گئیں تو اہلبیت پریشان ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا جب یہ بچہ اسلام کی بقاء کے لئے اپنی اور اپنی آل کی قربانی دے گا اسی وقت سے حضرت علی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جب اسلام کی بقاء کے لئے حسین رسول کی نیابت کر رہے ہیں

پروردگار مجھے بھی ایک ایسا بہادر فرزند عطا کر دے جو کربلا کے میدان میں میری طرف سے قربانی پیش کرے ۔

لہٰذا جناب سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے اپنے بھائی عقیل سے کہا کہ میں عرب کے ایک بہادر ترین قبیلہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں تاکہ خدا مجھے ایک بہادر بیٹا عطا کرے جو کربلا میں حسین کا مددگار ہو لہٰذا جناب عقیل نے بنی کلاب کے قبیلہ سے اسد کے [illegible] حزام کی بیٹی فاطمہ کا انتخاب کیا جو بعد میں ام البنین کے نام سے مشہور ہوئیں ۔ فاطمہ کلابیہ کا جب نکاح ہوا اور رخصتی کے بعد حضرت علی کے گھر پہنچیں تو دروازے کو بوسہ دیا اور اندر جا کر گوشہ میں بیٹھ گئیں ۔ جب حسنینؑ نے فرمایا کہ اماں اندر آ جائیں تو فاطمہ کلابیہ نے کہا کہ میں تمہاری ماں بن کر نہیں آئی بلکہ تمہاری کنیز بن کر آئی ہوں مجھے معلوم ہے تم بنت رسولؐ حضرت سیدہ فاطمہؑ کے فرزند ہو اور پھر اپنی ساری توجہ بچوں کی خدمت پر مرکوز کر دی ۔

یہی نہیں بلکہ واقعہ کربلا کے بعد اپنے بیٹوں کی شہادت پر گریہ نہیں کیا اور فاطمہ کے لال حسینؑ کی شہادت کا غم زندگی بھر مناتی رہیں ۔

ایک وقت وہ بھی آیا جب شیر خدا حضرت علی کی آرزوؤں کا مرکز حضرت عباس پیدا ہوئے ۔ پرورش اور تربیت کے ہر موقع پر عباسؑ کے گوش گزار کر دیا گیا کہ تم میرے فرزند اور حسین رسول کے فرزند ہیں ۔ میں نے رسول خدا کی غلامی پر ہمیشہ فخر کیا اب تم بھی حسینؑ کو اپنا آقا سمجھنا اور ان کی اطاعت کو لازم سمجھنا اور عباس نے اس ہدایت کو اپنے دل پر نقش کر لیا اور تا وقت آخر اس پر عمل کیا ۔

جب عباس نے ہوش سنبھالا تو حضرت علیؑ نے ان کو فن سپہ گری کی تربیت دینا شروع کر دی ۔ کمسنی ہی میں فن سپہ گری میں ایسی مہارت حاصل کی کہ بڑے سے بڑا بہادر بھی آپ کے مقابلے میں آنے سے گھبراتا تھا ۔ جنگ جمل ، صفین اور نہروان میں ایسے جوہر دکھلائے کہ جناب امیر کو اطمینان قلب ہوا کہ یہ میری نیابت کر سکتا ہے ۔ حضرت عباسؑ بہت خوبصورت اور دراز قد تھے جس کی وجہ

ان میں جذب و کشش کا ملکہ تھا۔ آپ جس طرف بھی نکل جاتے لوگ آپ کو دیکھنے لگتے اسی لئے آپ کا لقب قمر بنی ہاشم پڑ گیا۔

عباس چونکہ حسینی لشکر کے علمدار ہونے کے علاوہ سقائے سکینہ بھی تھے اسی لئے واقعات کربلا کے بعد عباس علمدار اور سقائے سکینہ کے نام سے آج تک یاد کئے جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے دم آخر سب اہل خاندان کو حضرت امام حسن کے سپرد کیا لیکن حضرت عباسؑ کو امام حسینؑ کی غلامی میں دیا اور فرمایا بیٹا عباس ان کی اطاعت اور نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔

حضرت عباسؑ کے جوہر وفاداری کے مظاہرے اس وقت سے شروع ہونے جب آپ حسینؑ کی تربیت میں آئے اور اعلان حق اس وقت سے ہوا جب امام حسینؑ کو یزید نے اپنی بیعت کے لئے بلایا بنی ہاشم تلوار کے دھنی مشہور تھے اور ان بہادروں کی قیادت عباس بن علیؑ کے ہاتھ میں تھی لیکن حسین خونریزی نہیں چاہتے تھے۔

لہذا عباس کو حکم دیا کہ تلوار میان میں رکھو کہ ہم کسی طرح کی پہل نہیں کرنا چاہتے اور خاموشی کے ساتھ یزید کے دربار سے باہر آگئے۔ ایک سپاہی کے لئے میدان جنگ میں زخم کھانا آسان ہے لیکن کسی غلط بات پر ضبط کرنا بہت مشکل ہے اطاعت امام۔ عباس کو مجبور کر دیا ورنہ کہاں عباسؑ اور کہاں یزید کی بیعت۔

ہادی عالم کے اصولوں اور اسلام کی بقاء کے لئے امام حسینؑ اور اہلبیت کو مدینہ چھوڑنا پڑا۔ مکہ گئے وہاں بھی امان نہ ملی تو کربلا کی طرف کوچ کیا۔ سفر کے دوران عباس قافلہ کی نیابت کرتے تھے۔

دریا کے کنارے سے خیام اہل بیت کو ہٹانے کا حکم سات محرم سے پانی بند کرنے کا حکم، شب عاشور اشقیاء سے ایک رات کی مہلت مانگنے کے لئے امام کا بھیجنا۔ یہ وہ مقام تھے جہاں حکم امامؑ سے عباسؑ سا بہادر ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

صبح عاشورہ معرکہ گرم ہوا۔ اصحاب و انصار شہید ہو چکے عزیزوں کی باری آئی ہر شہید کے جانے سے قبل عباسؑ آقا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جنگ کی اجازت چاہتے اور حسین اجازت نہ دیتے۔ آخر کار چہیتی بھتیجی کی پیاس دیکھ کر مضطرب ہو گئے بعد اصرار پر بھائی نے بھائیؑ کو رخصت کیا۔ خیام اہلبیت سے نہر فرات تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھی جس کے چاروں طرف پہرہ تھا لیکن علیؑ کے شیر نے ایک زبردست

باقی صفحہ ۱۴ پر

بقیہ : اشاعتی یلغار

اپنے اثرات کے لحاظ سے سب سے زیادہ سنگین اور مسلک نوربخشیہ کے شخص کے لئے زہر قاتل ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں "میراث عارفانہ جاودانہ" اور "آئین طریقت" کے مختلف ناموں سے منظر عام پر لائی گئی ہے۔ اب کے بار ایک بالکل نیا اور شاطرانہ انداز اپنا کر کتاب کو خود حضرت شاہ سید محمد نوربخش سے منسوب کر کے پیش کیا ہے۔ اہل نوربخشیہ نے جو ماضی کے تلخ تجربات سے گزر کر اب کافی باشعور ہو چکے ہیں۔ اس جعلی کتاب کو فوراً مسترد کر دیا ہے یہ کتاب سکردو کے ایک منظم گروہ نے شبیر پرنٹنگ پریس سے ملی بھگت کے تحت چھپوا کر نوربخشیوں میں مفت تقسیم کی ہے۔ تاہم ...وں کی طرف سے غم و غصہ کے اظہار پر باقی ماندہ اسٹاک چھپا دیا ہے۔ واضح رہے کہ جولائی میں خود پیر نوربخشیہ جناب سید محمد شاہ الموسوی نے نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے خپلو میں منعقدہ ایک اجلاس میں مذکورہ کتاب پر شدید تنقید کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا ہے۔

طبقات نوریہ کتاب طبقات نوریہ دراصل مولوی خلیل الرحمن کی تصنیف ہے۔ مگر انہوں نے ایک فرضی نام مولانا محمد ولد ملا محمد کے نام سے چھپوائی۔ اگرچہ انہوں نے تحفۃ الاحباب وغیرہ کی مدد سے نوربخشی بزرگان میر سید محمد نوربخشؒ ان کی اولاد اور خلفاء کے حالات تفصیل سے درج کئے ہیں۔ مگر کتاب کے مقدمے میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے نوربخشی مسلک کو اہل سنت کی شاخ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے علاوہ مولوی خلیل کتاب شجر الاولیاء کو بھی جا بجا ترمیم و اضافے اور قطع و برید کے بعد چھپوا کر منظر عام پر لائے جس کی وجہ سے نوربخشیوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

پس چہ باید کرد مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ بیسویں صدی میں بلتستان میں دوسرے اسلامی فرقوں کی ابتدائی تبلیغ کے بعد لٹریچر کی جو یلغار شروع ہوئی وہ اب بھی جاری ہے۔ یہ صورت حال نوربخش علماء دانش وروں اور باشعور لوگوں کو دعوت فکر دیتی ہے کہ کیا ہمیں ماضی کی طرح خاموش تماشائی بن کے رہنا ہے یا ایک ہوش مند قوم کی طرح بیرونی لٹریچر کے اس سیلاب کے آگے بند باندھنا ہے۔ پہلی بات تو ظاہر ہے خودکشی کے مترادف ہوگی لہذا اگر ایک زندہ قوم کی طرح رہنا ہے تو ہمیں اپنے مذہبی تشخص کے لئے سوچنا ہوگا۔ تمام اہل قلم اور دانش ور حضرات کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی تحریروں کا جواب دیں۔

حضرت خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

شکور علی انور کوردی

فخر السالکین امام المتصوفین حضرت خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے اُن صوفیاء میں سے ہیں۔ جن کا مقام آسمان تصوف پر آفتاب عالم تاب کی مانند ہے۔ تصوف اور عرفان میں آپ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو علوم معقول و منقول میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کو ہے۔ آپ نہ صرف علوم معنوی و صوری میں شہرت تامہ اور مہارت کاملہ کے حامل تھے بلکہ اپنے روحانی کمالات کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ احمد غزالی قدس سرہٗ العزیز، فقر و تصوف، رشد و ہدایت، عرفان و سلوک اور مجاہدۂ نفس میں جلیل القدر متصوفین کے پیشرو تھے۔ آپ ولی کامل مرشد منتہی تھے۔ جذب و شوق اور عشق و فنا کا پیکر تھے۔ حلم و حیا، جود و سخا، قناعت و شجاعت کا معدن، توحید و نبوت کے داعی اور سوز باطن سے لبریز حقائق و معارف الٰہیہ سے آگاہی رکھتے تھے۔ ظاہری علوم معقولات و منقولات پر کامل دسترس رکھنے کے باوجود خود کو عالم ظاہر کرنے کے خلاف تھے تاہم وہ تقویٰ و طہارت اور شفاف مزاج کے متوالی تھے۔ ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے حقائق اشیاء کی معرفت حاصل کی تھی۔ ان کی طبیعت اعلیٰ اوصاف کی حامل ہونے کے علاوہ تمام وجدانی کیفیات سے واقف اور کشف و شہود سے باخبر تھی۔ اہل تصوف ان کے نام نامی سے ناواقف نہیں ہیں۔ انہیں سب جانتے ہیں۔ چند ایک کتابوں میں ان کا نام سلسلہ ذہب میں شامل نہیں۔ مگر ان کا نام نامی سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ کی ایک حسین کڑی ہے آپ اس سلسلے کے اٹھارہویں مرشد اور رہبر طریقت تھے۔

حضرت خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد غزالیؒ کے برادر خورد تھے۔ عرفان و تصوف کے متوالی، فقر و سلوک میں وقت کا امام اور شیخ مانے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ احمد غزالی قدس سرہٗ علوم ظاہری و باطنی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ فن ریاضتی اور سلوک میں یہ بزرگوار مشہور تھے۔ عوام میں آپ فقیہہ بے بدل عالم متبحر اور بے نظیر واعظ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے برادر بزرگ حضرت امام محمد غزالی سے بدرجہا فائق تھے۔ زہد و ریاضت کی بدولت وجیہ شان و شوکت کو اپنے قریب آنے نہ دیا۔ دنیا کی شہرت کے متمنی نہ تھے۔ مگر تمام معنوی اوصاف کاملہ سے مزین تھے۔ جن کے باعث آپ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ توکل و رجا، صبر و رضا اور عشق و فنا کے معلم بن گئے۔ آپ سے کشف و کرامات کا ظہور بھی ہوا ہے۔

حضرت میر سید محمد نوربخش قدس سرہٗ العزیز نے رسالہ صحیفۃ الاولیاء میں خواجہ کی یوں مدح سرائی کی ہے۔

دیگر خواجہ احمد بود مرد کار
زمردی نگردد کسی از وی فگار
بعلم و بخلق حسن کامل است
اورا کشف و اسرار دل حاصل است

حالاتِ زندگی

نام نامی

آپ کا نام نامی احمد والد بزرگوار کا نام محمد بن محمد بن احمد غزالیؒ ہے۔ کنیت ابو یعقوب، ابو العباس، ابو الفتوح اور لقب زین الدین، شمس الدین، شہاب الدین اور مجد الدین ہے۔

غزالہ سے نسبت

حضرت خواجہ احمد قدس سرہٗ "غزالی" سے شہرت یافتہ ہیں۔ آپ کو غزالی کہنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد دھاگہ فروش تھے۔ اسی مناسبت سے ان کا خاندان غزالی کہلاتا تھا کیونکہ عربی زبان میں غزال کاتنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ پیشہ فارسی زبان میں پشم بافی اور پشم ریزی کہلاتا ہے۔

غزّال (بہ تشدید زا) مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے بہت زیادہ کاتنے والا۔ عربی قواعد کے مطابق غزالی کی اسی سے نسبت ہے۔ جیسا کہ حلوہ سے حلوائی، نساج سے نساجی وغیرہ۔

دوسری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ طوس، خراسان (مشہد ایران) کے مضافات میں ایک شہر ہے جس کا ایک قصبہ غزالہ کہلاتا ہے۔ احمد غزالی وہاں پیدا ہوئے تھے۔ اسی مناسبت سے غزالی (بہ تخفیف زا) پڑھا لکھا جاتا رہا ہے۔

لیکن محققین نے پہلی وجہ کو معتبر قرار دیا ہے اور اس کی دلیل یہ بتلاتے ہیں کہ شہر طوس میں غزالہ نام کا کوئی قصبہ موجود نہیں ہے۔

ولادت

حضرت خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت کا تذکرہ کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے لیکن کتب تاریخ و عمرانیات سے ثابت ہوتا ہے کہ احمد غزالی اور محمد غزالی دونوں ہم عمر تھے۔ گویا ان دونوں کی عمروں میں چنداں فرق نہیں تھا۔ امام محمد غزالی کی تاریخ ولادت تاریخ کی کتابوں میں ۴۵۰ھ مذکور ہے تو اندازہ ہے کہ بمطابق خواجہ احمد غزالی کی ولادت ۴۵۱ھ تا ۴۵۲ھ کے درمیان ہوئی ہوگی۔

تعلیم و تربیت

محققین نے لکھا ہے۔ کہ آپ کے والد ماجد محمد بن غزالی نے اپنے انتقال سے پہلے دونوں نور چشموں کو اپنے دوست عارف احمد رادکانیؒ کے حوالے کیا۔ اور تعلیم و تربیت کا ہر ممکن بندوبست فرمایا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں احمد رادکانیؒ نے خوب توجہ دی وہ صوفی منش بزرگ، زاہد اور متقی انسان تھے۔ انہوں نے ان فرزندان نیک اختر کو انتہائی دیانتداری سے پڑھایا لیکن ان کے والد بزرگوار کا متروکہ خرچہ اختتام پذیر تھا اور رادکانیؒ کے ان دونوں کے اخراجات کے متحمل نہ تھے۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ وہ کسی اعلیٰ انتظام والی درسگاہ کا رخ کریں تاکہ وہ باقاعدہ طور پر درس و تدریس سے بہرہ مند ہوں۔ چنانچہ غزالی دونوں برادران جرجان کی طرف عازم سفر ہوئے۔ بالآخر وہ علوم و فنون سے بہرہ مند ہوئے اور ان کا علمی مقام اتنا بلند ہو گیا تھا۔ کہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں فرائض تدریس کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوگئے۔ جامعہ نظامیہ وہ اسلامی قدیم یونیورسٹی ہے جسے ام المدارس کہا جاتا ہے۔ اس جامعہ سے فیض پانے والوں میں امام غزالی، حضرت شیخ سعدی شیرازی، حافظ شیرازی، مولانا روم، جامی، طبری اور شیخ عطار وغیرہ قابل ذکر ہیں مورخین لکھتے ہیں احمد غزالی کے والد ماجد چنداں پڑھے ہوئے نہ تھے لیکن وہ بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ وہ عالم اگرچہ نہیں تھے لیکن علم دوست ضرور تھے۔ علماء اور فقہاء کی صحبت ان کو بہت پسند تھی۔ رجحان طبع فقر و سلوک کی طرف مائل تھا۔

روحانی تعلق

احمد غزالی قدس سرہٗ ابتداء ہی سے شفاف فطرت کے مالک تھے۔ آغاز ہی سے ذہین و فطین تھے زہد و تقویٰ، ریاضت و طہارت سے آراستہ پیراستہ ہوئے اور فقر و سلوک اور طریقت کی راہ نوردی شروع کی۔ حضرت شیخ ابو بکر نساج طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی کافی عرصہ آپ کی خدمت اقدس میں رہ کر مجاہدہ و ریاضت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوگئے۔ حضرت شیخ کی نظر کرم اور خصوصی توجہ کے باعث بہت جلد کاملین کی صف میں شامل ہوگئے۔

منصب ارشاد

حضرت خواجہ احمد غزالی علیہ الرحمہ طریقت کے ان سرخیل پیشواؤں میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و فضل، کشف و الہام سے سرفراز کیا تھا وہ اللہ کی طاعات و بندگی میں ہمہ وقت محو رہتے تھے۔ اپنے مرشد فیض پناہ کی رہبری میں اہل تقلید سے نکل کر اہل تحقیق کے منہاج تک جا پہنچے تھے اور اس عالم رنگ و بو میں ایک محقق، مدقق، فقیہ مجتہد، صاحب حال ولی، عظیم المرتبت شیخ اور صاحب تصانیف بزرگ کی حیثیت سے ابھرے تھے۔

جب آپ کے پیر و مرشد حضرت ابو بکر نساج رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی سے ۴۸۷ھ کو رحلت پذیر ہوئے تو ان کے بعد خواجہ احمد غزالی ان کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوگئے۔ اہل طریقت اس خلافت کی منتقلی کے سلسلے میں غیبی اشارہ سے مدد لیتے ہیں اور جو باکمال لوگ اس مسند کے اہل جانے جاتے ہیں وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہوا کرتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

احمد غزالی تا آخر عمر خلقت کو دعوت الی اللہ سے فیض یاب کرتے رہے آپ کی خلافت و ارشاد کا عرصہ ۳۳ سال کے لگ بھگ ہوگا۔ علامہ زین العابدین شیروانی نے لکھا ہے کہ آپ شہر طوس کے ارباب دانش اور اصحاب بینش میں شمار ہوتے ہیں طریقت و یقین کے عمدہ سالک تھے۔ آپ کے کمالات صوری و معنوی بے شمار ہیں۔ آپ کے فضائل ظاہری و باطنی کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ آپ حضرت شیخ ابو بکر نساج طوسیؒ کے مرید تھے۔ ناقصوں کی تکمیل کے لئے اور مریدین کی اصلاح کے لئے ید بیضاء رکھتے تھے۔

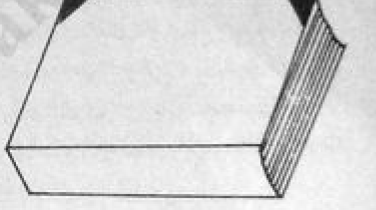
خلفاء کرام

آپ کے خلفاء میں شیخ ابو الفضل بغدادی، عین القضاۃ ہمدانی، حکیم سنائی، شیخ عبد الواحد آمدی، شیخ روزبہان، شیخ ابو القاسم محمد جدوی اور حضرت شیخ

ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین قابل ذکر ہیں۔

جنہوں نے آپ سے بلا واسطہ کسب فیض کیا بلکہ طریقت کے سارے اعلیٰ مقام تک فائز بھی ہو گئے۔ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ میں اصفہان میں تھا۔ ایک شخص خواجہ احمد غزالی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ سے خرقہ (درویشوں کا لباس) کی تمنا کی۔ خواجہ نے اسے فرمایا کہ تم ابو نجیب کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں خرقے کے بارے میں بتائیں گے۔ بعد ازاں میں تمہیں خرقہ دوں گا۔ وہ شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اسے خرقے کے حقوق و آداب اور اہلیت سے آگاہ کیا۔ اس کے دل میں خرقہ کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور اس نے خود کو اس اہل نہ سمجھا اور چلا گیا۔ جب یہ بات احمد غزالی قدس سرہٗ کو پہنچی تو آپ نے مجھے طلب کیا اور نظر عتاب سے مخاطب ہوئے کہ میں نے اس شخص کو تمہارے پاس بھیجا تھا تاکہ تم اس کے ذوقِ خرقہ پوشی کو دوبالا کرو لیکن تم نے اس سے یوں خطاب کیا کہ وہ خرقہ پہننے سے منحرف ہو گیا۔ تم نے جو اسے خرقے کے آداب بتائے وہ اپنی جگہ درست اور ضروری ہیں۔ اگر ہم ان آداب کو ہر ایک مبتدی کے لئے لازمی قرار دے دیں تو وہ ہرگز پورا نہیں کر سکے گا اور یوں اسے پہننے سے کترائے گا۔ ہم پر واجب ہے کہ اسے خرقہ پہنائیں اور اسے فقر کی راہ پر چلائیں تاکہ وہ فقراء کا ہم شکل ہو کر ان سے میل جول کرنے لگے۔ پھر ان کی صحبت کی برکت سے وہ سلوک کی راہ اختیار کرے بالآخر ان کے مقام تک پہنچ جائے۔ واضح بات ہے کہ ہم کو بھی چاہیئے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو طرح طرح کی الزام تراشیوں سے ڈرائیں نہیں بلکہ ان کو ہر نوع خیر خواہانہ رویئے سے اپنا بنایا جائے تاکہ تصوف کی تعلیمات اور ذکر و فکر نیز ریاضت و مجاہدہ جو اعتکاف کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں شامل ہو کر سوادِ اعظم جو معنوی عمل کا نام ہے کی صفوں کی قوت بن جائیں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)



تعارف و تبصرہ کتب

تبصرہ نگار : ہما منصور

نام کتاب	:	محسنِ کشمیر
مصنف	:	عبدالحمید اعظمی
پبلشر	:	لوک ورثہ اشاعت گھر اسلام آباد
تعداد صفحات	:	۲۳۶
قیمت	:	۱۵ روپے مجلد

لوک ورثہ اسلام آباد کی ایک نمایاں خدمت ان شخصیات کے بارے میں کتابوں کی اشاعت ہے۔ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی سربلندی کے لئے جد و جہد کی۔

عبدالحمید اعظمی کی کتاب "محسنِ کشمیر" ایسی ہی ایک تصنیف ہے جس میں مصنف نے عظیم صوفی بزرگ شاہ ہمدان کی حیات اور کارناموں کے متعلق تحقیقی مواد جمع کیا ہے۔ جنہوں نے چودھویں صدی عیسوی میں وادیٔ کشمیر میں دینِ اسلام کی اشاعت کی۔

کتاب کی اشاعت کا کام لوک ورثہ اسلام آباد کے ڈپٹی ڈائریکٹر عکسی مفتی کی زیر نگرانی مکمل ہوا ہے جبکہ ادارت کے فرائض سجاد حیدر نے انجام دیئے ہیں۔ کتاب کا خوبصورت سرورق جس پر شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کی تصویر ہے اصغر جاوید شاہ جان کے موقلم کا شاہکار ہے۔ جبکہ سارے کام میں عقیل روبی کے بیش قیمت مشورے شامل رہے۔

اس کتاب میں شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کے خاندانی پس منظر، سوانح حیات، نجی زندگی، تصانیف، نظریہ حیات، فلسفہ اور شاعری کی تفصیل کے علاوہ وادیٔ کشمیر میں اشاعت اسلام کا بھی مفصل تذکرہ درج ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں عام انسانوں پر شاہ ہمدان کے فیوض و برکات سے مرتب ہونے والے اثرات کا ذکر کیا۔

مصنف نے اس کتاب کی تحریر کے سلسلے میں تاریخی کتب سے مدد لینے کے علاوہ بہت سے اصحاب سے انٹرویو کے ذریعے بھی مواد فراہم کیا ہے۔

فاضل مصنف نے شاہ ہمدان کے متعلق شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے اشعار کا بھی جا بجا حوالہ دیا ہے۔

احوال و آثار حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

(تذکرہ مشائخ نوربخشیہ کا ایک باب)

آپ کا نام معروف کنیت ابو محفوظ اور والد کا نام پہلے فیروز بعد میں علی تھا۔ حضرت شیخ معروف کرخی بغداد کے ایک محلہ کرخ کے رہنے والے تھے اور آپ کے والد کا نام فیروزان تھا جو نسلی لحاظ سے سرزمین ایران سے تعلق رکھتے تھے مذہباً عیسائی تھے انہوں نے آپ کو مذہبی تعلیم و تربیت کی غرض سے ایک پادری کے پاس بھیج دیا۔ پادری نے آپ کو تثلیث کی تعلیم دینا چاہی اور کہا قُلْ ثَالِثُ ثَلَاثَۃٍ کہو کر خدا تین میں سے تیسرا ہے لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کہا

بَلْ هُوَ اللهُ وَاحِدٌ بلکہ اللہ ایک ہے۔ اس پر پادری سخت سیخ پا ہو گیا اور آپ کو مار مار کر ادھ موا کر دیا جب حواس بجا ہوئے تو وہاں سے بھاگ گئے اور امام الانس والجن حضرت علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ نے حضرت امام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور ایک عرصہ تک کسب فیض کرتے رہے ادھر معروف کرخی کے والدین اپنے لاڈلے بچے کی جدائی سے پریشان ہو گئے ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر ان کا پتہ نہیں چلا۔ آخر تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ ان کے والدین کہا کرتے تھے کہ "کاش معروف واپس آ جائے وہ جس دین کو لے کر آئے گا ہم بھی اسے قبول کر لیں گے"۔ ایک دن آپ گھر واپس چلے گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو والدین نے پوچھا کون ہے آپ نے جواب دیا۔ معروف! انہوں نے کہا کس دین پر آئے ہو۔ فرمایا اسلام پر۔ پس انہوں نے دروازہ کھول دیا اور بعد میں آپ والدین کو بھی اپنے ساتھ امام علی رضا کی خدمت میں لے آئے اور دونوں آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جس وقت آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی عمر صرف سات سال تھی۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے پڑھنا لکھنا سیکھا اور مختلف علماء و فقہا اور زہاد کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بکر بن حبیش اور ربیع بن خثیم سے حدیث سماعت فرمائی۔ آپ داؤد طائی کے مصاحب تھے۔

کلمۃ النشاد بہت سے بزرگوں نے آپ کی روحانی عظمت کو ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ ان میں سے کچھ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

سید علی ہجویری فرماتے ہیں

ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی رضی اللہ عنہ از قدمائے مشائخ و سادات ایشاں بود معروف بفتوت و مذکور بورع و انابت ..... ویرا مناقب و فضائل بسیار است واندر فنون علم مقتدائے قوم بودہ است

ترجمہ: حضرت معروف بن فیروز الکرخی رضی اللہ عنہ قدماء و سادات مشائخ میں سے تھے آپ جوان مردی میں معروف اور تقویٰ و انابت میں مشہور تھے۔ آپ کی مناقب و فضائل بہت ہیں فنون علم میں آپ مقتدائے قوم تھے

سید محمد نوربخش لکھتے ہیں۔

بکمال تکمیل بجمیع اسماء صفات موصوف شیخ معروف

آپ اپنی ایک اور تالیف میں فرماتے ہیں۔

دگر شیخ معروف کرخی بود
کہ او لائق صدر شیخی بود

نعمت اللہ ولی لکھتے ہیں۔

باز شیخ سری بود معروف ۔ چوں سری سر او بود مکشوف
او ز موسیٰ جواد احسان یافت ۔ کفر بگذشت راہ ایمان یافت
یافت در خدمت امام کمال ۔ بود بواب در گہش دہ سال

جان سید قدسی لکھتے ہیں۔

نسبت از شیخ معروف است
کہ باوصاف صدق موصوف است

مشہور ایرانی محقق ڈاکٹر قاسم غنی لکھتے ہیں

معروف مرد بیست وارستہ و متجدد و ائے بست رسوم شریعت
معروف کرخی پہنچا ہوا، عبادت گزار اور رسوم شریعت کا پابند شخص تھا۔

سید قاسم معصوم لکھتے ہیں۔

آپ عبادات و ریاضات میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ بزرگشت و کرامات اور خوارق عادات آپ کی بے حد و بے پایاں ہیں۔

معروف کرخی اور امام علی رضا

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام علی رضا کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے اور انہی کے ہاتھوں پر بیعت کی سات سال کی عمر سے زندگی کے آخری لمحات تک امام علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ دس سال تک امام علیہ السلام کی دربانی کا فریضہ انجام دیا۔ چنانچہ آپ کو امام سے حد درجہ عقیدت تھی۔ آپ کا کہنا ہے کہ

تَرَكْتُ جَمِيعَ مَا كُنْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خِدْمَةَ

مَوْلَايَ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا

ترجمہ: امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے کے بعد میں نے ہر چیز کو ترک کر دیا بجز آپ کی خدمت کے۔

چنانچہ آپ اپنا سب کچھ چھوڑ کر خدمت امام میں معروف ہو گئے اور ان سے فیض و ارشاد حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس ضمن میں امام علیہ السلام بھی آپ سے خصوصی شفقت فرماتے تھے چنانچہ سید علی ہجویری کا بیان ہے کہ

بنزدیک او (امام رضا) سخت عزیز و ستودہ

بودہ است و ویرا مناقب و فضائل بسیار است

ترجمہ: آپ امام کے ہاں بہت عزیز و محبوب تھے۔ آپ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں۔

آپ امام علی رضا کے راز دار اور اسرار روحانیت کے امین تھے۔ امام کی خصوصی توجہ سے آپ بلند ارفع و اعلیٰ روحانی مقام پر فائز ہو گئے تھے۔ جس کا اندازہ ذیل کے واقعے سے لگایا جا سکتا ہے جسے معصوم علی شاہ نے قطب الدین انصاری کے مکتوبات کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ایک شخص سفر پر جاتے ہوئے آپ سے ملا۔ جب جدا ہونے لگا تو آپ سے دعا کرنے اور نصیحت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا آپ نے فرمایا جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو اللہ سے "اے اللہ معروف کرخی کا واسطہ" کہہ کر دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت پوری کرے گا۔ وہ آدمی یہ سن کر حیران ہوا۔ آپ نے فرمایا تمہیں حیران نہ ہونا چاہیئے یہ اس سر ہے جو سالہا سال امام الانس والجن علی بن موسیٰ الرضا کی چوکھٹ پر جھکا رہا ہے۔

(ایک دوسرا واقعہ کرامات کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں)

معروف کرخی کے چند واقعات

حضرت امام کرخی نے حضرت امام علی رضا، امام اعظم حبیب العجمی اور داؤد طائی سے تربیت پائی تھی۔ ان کی تعلیم و تربیت نے آپ کو اخلاق و کردار کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ آپ انتہائی ملنسار اور صاف ستھری شخصیت کے مالک تھے۔ روحانیت اور تصوف کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اپنے زمانے کے زہاد میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا زہد و تقویٰ ایک ضرب المثل کی حیثیت سے رہ گیا۔ تلاوت قرآن حکیم اور نوافل کی ادائیگی میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ اوصاف حسنہ کے مالک تھے۔ ذیل میں ہم آپ کو پیش آنے والے واقعات درج کرتے ہیں جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ اور مینارۂ نور ہیں۔

صبر و تحمل

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاق و کردار اور حلم و بردباری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ کے ہاں ایک مہمان آیا جو بیمار تھا۔ کئی دن تک آپ اس کی تیمارداری اور خبر گیری کرتے رہے اور اس کی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اپنے دن رات کو ایک کر دیا۔ کئی راتوں کی مسلسل بیداری کی وجہ سے آپ کی آنکھیں بوجھل ہو گئیں اور نیند آ گئی۔ بیمار مہمان نے آپ کو گالی گلوچ اور ناسزا کہنا شروع کیا۔ بہت کچھ جلی کٹی سنا ڈالی۔ ایک شخص نے جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا کہا "سنا کہ کئی دن کی مہمان نوازی اور خاطر مدارت کے بدلے میں یہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ اس کی باتیں سن کر مسکرائے۔

توکل علی اللہ

بزرگوں کی تربیت کی بدولت آپ مقام توکل و یقین کے مرتبے پر فائز تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ پر اس قدر یقین و اعتقاد تھا کہ کھانے پینے، رہنے سہنے اور دوسرے ضروریات سے دور رہتے تھے بلکہ آپ کو ان کا خیال تک نہیں آتا تھا۔ اس سلسلے میں اہتمام و انصرام میں مصروف رہنے والوں کو آپ ناپسند کرتے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن معروف کرخی نے کسی کے پیچھے نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد امام صاحب نے آپ سے پوچھا کہ کیا کام کرتے ہو؟ اور کہاں سے کھاتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ ذرا ٹھہریئے تاکہ میں اپنی نماز کو دوبارہ پڑھ لوں امام صاحب نے پوچھا کیوں کیا ابھی تم نے نہیں پڑھی؟ فرمایا اس لئے کہ جو شخص رزق میں شک کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے میں بھی شک کرتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ نے نماز دہرائی اور اپنی راہ لی۔

باقی آئندہ شمارے میں

حضرت سید علی طوسی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر
خادم حسین پندوری شگر

بلتستان اور اس سے ملحقہ علاقے امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ ان کے بعد میر شمس الدین عراقی چھ سال تک یہاں اسلامی تبلیغ میں مصروف رہنے کے بعد کشمیر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد بھی اسلامی تعلیمات کی ترویج و ترقی کیلئے یہاں علماء و مشائخ اور صوفیائے کرام کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ سترھویں صدی عیسوی کے آغاز میں دو بھائی سید علی طوسی و سید ناصر طوسی ترکستان سے موجودہ سیاچین گلشیر کے راستے وارد بلتستان ہوئے۔ انہوں نے موجودہ سب ڈویژن ماشابروم کھپلو میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کر کے کچھ رجماعت قائم کی اور لوگوں کو وعظ و ہدایات کرتے رہے۔ اس کے بعد یہ دونوں بھائی لوگوں کو اسلامی عقائد و اعمال سے روشناس کراتے ہوئے شگر پہنچے اور سید علی ہمدانی کی تعمیر کردہ مسجد امبرک میں رہ کر عبادات و ریاضات اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

سید علی طوسی اور سید ناصر طوسی کے اور دو بھائی بھی تھے۔ سید محمود اور سید حیدر علی۔ یہ چاروں بھائی مختلف علاقوں میں سکونت پذیر ہوئے اور دین کی تبلیغ کی۔ چنانچہ سید علی نے کواردو میں، سید حیدر علی نے قمراہ میں، سید محمود نے سکردو میں اور سید ناصر نے شگر میں تبلیغ کا بیڑہ اٹھایا۔ مقامی روایات کے مطابق سید ناصر شگر والوں کی دغابازی اور بے وفائی سے دلبرداشتہ ہو کر بمقام داسو بند کے پہاڑ پر جا کر غائب ہو گئے۔ اب بھی ہزاروں عقیدت مند اور حاجتمند لوگ بمقام داسو سید شاہ ناصر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اپنے حاجات پوری کروا کر چلے جاتے ہیں۔ سید حیدر علی نے جو قمراہ میں سکونت پذیر ہوئے وہیں شادی کی ان کا مزار بھی قمراہ میں ہے۔ سید محمود سکردو میں وعظ و نصیحت سے لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے شاہ محمود کا آستانہ کشو باغ سکردو میں مرجع خلائق ہے۔

سید علی طوسی نے کواردو میں رہنا پسند فرمایا اور وہیں شادی بھی کی۔ مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ سید علی طوسی عالم باعمل زبردست فقیہہ اور صاحب کرامات ولی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی اسلامی تبلیغ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ مئی ۱۹۹۳ء میں راقم الحروف سید علی طوسی کے مزار کی زیارت کے لئے کواردو گیا تھا۔ آستانہ کے مجاور آخوند محمد نے کہا کہ سید علی اور باقی تینوں بھائی ایران کے شہر طوس موجودہ مشہد مقدس سے امام رضا علیہ السلام کے غیبی اشارے کے تحت یہاں بلتستان تشریف لائے تھے۔ یہ چاروں بھائی امام رضا علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ان چاروں میں سے سید علی طوسی سب سے بڑے تھے۔

آپ کی کرامات

سید علی طوسی کی کرامتیں بہت سی مشہور ہیں کہ جب آپ خانقاہ کی تعمیر کے لئے منٹھوکھہ نالہ میں لکڑیاں لانے گئے تو سب شہتیر دریا میں بہا دیئے۔ عصا مبارک کو بھی لکڑی کے ساتھ دریا میں ڈال دیا۔ سید خود مشکیزے پر بیٹھے اور جب کواردو پہنچے تو جس جگہ عصا رکا لکڑیاں خود بخود رک گئیں۔ پھر لوگ یہ لکڑیاں دریا سے نکال لائے اور ان سے خانقاہ کی تعمیر کی۔ یہ خانقاہ اب امام بارگاہ کی شکل میں موجود ہے۔ وہ عصا بھی خانقاہ میں موجود ہے۔ جس کی برکت سے درد زہ میں مبتلا عورت اور دیگر مریض شفایاب ہو جاتے ہیں۔

ایک اور واقعہ مشہور ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے سید علی طوسی کو دعوت طعام دی لیکن بدبختی سے ایک کتے کا ذبح کر کے سید کے سامنے حاضر کیا۔ سید نے واقعہ کی حقیقت کو بھانپ کر فرمایا کہ عورت تجھے شرم نہیں آئی؟ ہم اولاد امام رضا علیہ السلام ہیں جب وہ عورت مر گئی تو اسکو دفن کرتے وقت لاش سے کتے کی آواز آ رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ کئی سال تک اس کی قبر سے بھی کتے کی آواز آتی رہی۔

سید علی طوسی کا مزار خانقاہ کے صحن میں ہے۔ بہت دلکش ہے آستانہ پر گنبد بھی بنا ہوا ہے۔ چاروں طرف برآمدے بنے ہوئے ہیں ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ دور دراز علاقوں سے حاجتمند آتے ہیں اور آپ کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں۔

روضے کے مجاور آخوند محمد نے بتایا کہ وہاں سید علی طوسی کے ہاتھ سے لگایا ہوا خوبانی کا ایک درخت ہے۔ اگر کوئی عورت بے اولاد ہو تو وہ اس درخت کے پھل یا پتے کھانے سے صاحب اولاد ہو جاتی تھی۔ خود سید کی کوئی اولاد نہ تھی۔ مگر ہزاروں بے اولاد لوگوں کو ان کی برکت سے اولاد کی نعمت ملی ہے۔

آپ کی تصانیف یا ملفوظات دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ مگر آستانہ میں قرآن مجید کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو مجاور کے بقول سید علی طوسی کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ خط نسخ کا ایک خوبصورت شہکار ہے۔ فارسی ترجمہ بھی ہے کہیں کہیں حاشیہ پر فارسی تفسیر بھی لکھی ہوئی ہے۔ آستانہ کے لوح پر یہ تحریر کندہ ہے۔

ھوالباقی ۔۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد المصطفیٰ وصل

باقی صفحہ ۲۷ پر

ارشاداتِ نوربخش

سید
بشارت حسین
الموسوی کورروی کراچی

حضرت شاہ سید محمد نوربخش کی زندگی فقر، عبادات، ریاضات سخاوت، شجاعت اور ذکر و اذکار کے میدان میں آدم اولیا حضرت علی علیہ السلام کی اتباع میں گزری ہے۔ آپ نے اپنے مریدوں کو بھی حضرت علی کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کی۔ آپ نے اپنی غزلیات میں مریدوں اور دنیا داروں کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

١. ایها المغرور دنیا فانظر فاعتبر
من ذوی الدنیا بدار و گوشه گیر

٢. نوربخشت داد پندت در پذیر
دست از دنیا بدار و گوشه گیر

٣. دائما در ذکر حق مشغول باش
طاعت خود را مکن با خلق فاش

٤. یا بیا همچو علیؑ مردانه وار
در رہ اسلام می زن ذوالفقار

٥. تا شود اسلام محکم چون حدید
کفر و ظلم و فسق گردد ناپدید

٦. طلق الدنیا ثلاثاً یا فقیر
اتباعاً اقتداءً بالامیر

ترجمہ: ١. دنیا کے مال و زر پر غرور کرنے والو۔ دنیا والوں کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ دنیا کے مال و متاع پر فخر نہ کرو۔

٢. نوربخش نے پند و نصیحت کی ہے۔ اگر تم قبول کرو۔ تو اس دنیا سے ہاتھ اٹھا لو۔ گوشہ نشینی اختیار کرو۔

٣. ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رہو۔ اور اپنی عبادت لوگوں کے سامنے فاش کرکے ریاء نہ ہونے دو۔

٤. اگر ہو سکے۔ تو علی کی طرح مردانہ وار نکلو۔ اسلام کی راہ میں تلوار اٹھا کر جہاد کرو۔

٥. تاکہ دین اسلام لوہے کی طرح مضبوط ہو جائے اور اس دنیا سے کفر، ظلم اور فسق و فجور نیست و نابود ہو جائے۔

٦. اے فقیر! علیؑ کی اتباع کرتے ہوئے۔ تم بھی دنیا کو تین مرتبہ طلاق دے دو۔

حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ ایک صاحب طرز نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے صوفیاء کرام کی مانند اچھے عرفانی شاعر بھی تھے۔ حضرت شاہ سیدؒ نے اپنے اشعار میں جوان مردوں کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

ہر جوان مردے کہ فقر و کشف را جویا بود
ترک دنیا گر نماید حال او زیبا بود

ترجمہ: اگر کوئی جوان مرد فقر حقیقی و کشف کا خواہاں ہو۔ ترک دنیا بہتر ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

ہر دلے کز خواب غفلت گشت بیدار این زمان
زندہ جاوید گردد ہمدم عیسیٰ بود

ترجمہ: اگر اس زمانے میں کوئی صاحب دل غفلت سے بیدار ہو جائے تو وہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ زندہ جاوید رہے گا۔

در کمال معنوی کوشش نما اے نوربخش
کین جہان بے وفا همچون کف دریا بود

ترجمہ: اے نوربخش۔ تو کمال معنوی کی کوشش کر۔ یہ دنیا دریا کی موجوں کی طرح بے وفا ہے۔

(٣)

آپ نے قلیل مدت میں طریقت، حقیقت، شریعت، معرفت کی منزلیں طے کیں اور اپنی قابلیت کی بنیاد پر کاملین کی صف میں شامل ہو گئے۔ آپ کے مرشد حضرت خواجہ اسحاق ختلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خواب کی بناء پر آپ کو نوربخش کا لقب دے دیا۔ ہمارے پیر کاملے

حضرت شیخ محمد لاہجی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرار الشہود میں یوں بیان کیا ہے۔

آمدہ از غیب نامش نور بخشؒ
بود چوں خورشید ذاتش نور بخشؒ

ترجمہ:۔ یعنی آپؒ کا لقب غیبی اشارے کے تحت نوربخشؒ رکھا گیا اسلئے کہ آپ کی ذات سورج کی طرح نور بخشنے والی ہے۔

(۴)

قاضی نور اللہ شوستریؒ نے حاجی محمد سمرقندی کا (جو کہ حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کے خاص شاگرد اور مریدوں میں سے ہیں) کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ جب حضرت خواجہ اسحاق ختلانی پر از روئے کشف یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کی سیادت صحیح و بلند مرتبہ اور عالی نسب ہے۔ تو انہوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کہ ہم فرزند محمد مصطفےٰ سید محمد نوربخشؒ کی بیعت کر رہے ہیں اور اس آیت کی تلاوت کی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ط

ترجمہ:۔ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص عہد توڑے گا۔ اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اُسے بہت بڑا اجر دے گا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ہم سر کی بازی لگا دیں گے۔ کبھی منہ نہ پھیریں گے۔ اور یہ شعر بھی مطلع خاطر انور سے بے ساختہ نکلا۔

غلام آنچناں عشقم کہ از دے بوئے خون آید
معاذ اللہ کہ این سودا مرا از سر برون آید

ترجمہ:۔ میں ایسے عشق کا فریفتہ ہوں۔ جس سے خون (قربانی و ایثار) کی بو آتی ہے اللہ اس فریفتگی کو میرے اندر پختہ کر دے۔

بقیہ:۔ فقہی مسائل

اگر وقت میں وسعت ہو تو ماموم حضرات امام کی باوضو آمد کا انتظار کرے اور امام آکر دوبارہ اسی نماز کی امامت کرے۔ اگر وقت اتنا تنگ رہ گیا ہو کہ امام کی آمد کا انتظار کیا جائے تو وقت فوت ہو جائے تو [illegible]

انفرادی طور پر ادا کریں گے اور امام خود اپنی نماز انفرادی طور پر ادا کرے گا۔ بہر حال امام کے بے وضو ہونے کی صورت میں پڑھی جانے والی باجماعت نماز بطلان سے بچ نہ سکی اور مذکورہ حکم بجالانے کی ضرورت پڑی۔

ج:۔ (۲) اگر امام اپنی فرض نماز پہلے پڑھ چکا ہو تو اس کے بعد میں پہنچنے والے بعض لوگوں کو وہی پڑھی گئی نماز دوبارہ پڑھانے کی گنجائش نہیں ہے۔ لوگ اس وقت کی دوسرے شخص سے امامت کا کام لے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسی موقع پر موجود ہو۔ ورنہ تو آنے والے لوگ انفرادی طور پر اپنی نماز بجالائے یہی صورت امام کے سوا کسی عام فرد کو پیش آئے تو وہ امام کا مقتدی بن کر پہلے پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھ سکتا ہے اس صورت میں اسکو ڈبل ثواب ملے گا۔ کسی امام کے لئے یہ صورت شرعاً روا نہیں رکھی گئی ہے۔

س:۔ وردی پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

موسیٰ علی N-L-I سنٹر بونجی

ج:۔ مُبتہلاً۔ اگر وردی کشادہ ہو اور نماز کے دوران حرکات و سکنات وغیرہ کے لئے کوئی دشواری پیش نہ آتی ہو تو ایسی وردی میں نماز پڑھنا بھی روا ہے اور پڑھانا بھی روا ہے اگر وردی کا اس قدر تنگ ہو کہ آدمی کے پوشیدہ اعضا کی تصویر وردی کے اوپر نمایاں طور پر بن جاتی ہو تو ایسی وردی کا استعمال نماز کی بجاآوری کی صورت میں کراہت سے خالی نہیں۔ اگر بدلنے کے کپڑے موجود ہوں اور فرصت بھی ملتی ہو تو وردی بدل کر نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ اگر بدلنے کے کپڑے موجود نہ ہوں یا وقت میں گنجائش نہ ہو۔ یعنی فرصت نہ ملتی ہو تو وردی ہی میں امام بننا بھی روا ہو گا اور ماموم بننا بھی نیز منفرد بھی۔

بقیہ:۔ سید علی طوسی

علیٰ علی المرتضیٰ وصلی علیٰ فاطمۃ الزہرا وصلی علیٰ خدیجۃ الکبریٰ وصلی علیٰ حسن المجتبیٰ وصلی علیٰ حسین الشہید کربلا وصلی علیٰ زین العابدین وصلی علیٰ محمد الباقر وصلی علیٰ جعفر الصادق وصلی علیٰ موسیٰ کاظم وصلی علیٰ علی الرضا وصلی علیٰ محمد تقی وصلی علیٰ علی نقی وصلی علیٰ حسن العسکری وصلی علیٰ محمد ن المہدی صاحب الزمان صلوٰت اللہ علیہم [illegible]

تاریخ وفات ۱۸-۱ھ

فقہی مسائل

تحریر: علامہ محمد بشیر

عنوانِ بالا کے تحت فقہی مسائل سے تعلق رکھنے والے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اس عنوان کی غرض وغایت نوائے صوفیہ قسط نمبر ۳ میں واضح طور پر بیان کی جا چکی ہے۔ چونکہ مسائل اور ان کا حل ہر فردِ مومن مسلمان کی آرزوئے دلی ہے۔ دل کی تمنا پوری نہ ہو جائے تو انسان ہر وقت اضطرابی کیفیت کا شکار رہتا ہے۔ چنانچہ اس وقت ہم قارئین کی خدمت میں چند سوالات کے جوابات پیش کرتے ہیں

س:۔ کیا بیمہ پالیسی شریعت کی رو سے جائز ہے۔

ابوذر غفاری منظور کالونی کراچی

ج:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس دنیا میں کاروباری لوگ اپنا اپنا کاروبار چلانے کے لئے نت نئے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں: نظام کو فروغ دینے کے لئے سودی بینک قائم ہے۔ اصل سودی نظام کو مزید فروغ دینے کے ساتھ سود جوا کا درجہ رکھتی ہے۔ چاہے بیمہ پالیسی محدود مدت کے لئے ہو چاہے تاحیات ہو۔ دونوں صورتوں میں سود سے بچنے کی راہ نظر نہیں آتی ہے۔ اولاد کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے اور بھی بہت سے جائز طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔ اس کے لئے بیمہ پالیسی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں لہٰذا از روئے شریعت محمدیہ بیمہ پالیسی کا جائز ہونا اشکالات سے خالی نہیں۔

س۔ بہتی ندی میں لوگ استنجا کرتے ہیں اور نیچے اسی ندی کے پانی کے لئے وضو کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کھانے پینے وغیرہ کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں یہ کیسا عمل ہے۔

علی حسن انصاری ڈولنس خپلو

ج:۔ بہتی ندی کثیر تعداد میں پانی کی حامل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ استنجا سے متاثر نہیں ہو سکتی۔ نیچے والے جس طرح سے اس کا استعمال کرنا چاہے درست ہے۔

س۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین عہد اسلام سے قبل غیر مسلم ہونے کی حالت میں انتقال کر گئے ہیں تو کیا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں توہین کا باعث نہیں۔

۱۔ وارث حسین طالب علم } ہائی سکول
۲۔ مظفر حسن طالبعلم } ڈاغونی

ج:۔ جن لوگوں کا مذکورہ عقیدہ ہے اُن کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین موحدینِ جاہلیت میں سے تھے انہوں نے کبھی کوئی شرک کا عمل نہیں کیا وہ ایک اللہ کو معبود حقیقی مانتے تھے۔ اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کی اُن کو فرصت ہی نہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث بر رسالت ہونے سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ لہٰذا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس کی توہین کا باعث سرے سے نہیں۔

س:۔ نماز جماعت کے دوران امام بے وضو ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

س:۔ اگر کسی جگہ پر امام اپنی فرض نماز انفرادی طور پر ادا کر چکا ہو اتنے میں چند آدمی وہاں پہنچ گئے تو کیا امام اُن کو پھر وہی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

ماسٹر شکور علی سرگیب خپلو

ج:۔ اگر امام بے وضو ہو جائے تو وہ وضو کرنے کو چلا جائے

باقی صفحہ ۲۷ پر





تاجکستان کے صوبہ ختلان کی ڈپٹی گورنر لطافت نصیر الدین، پروفیسر سیف الدین، توشمن نذر وف، خیر اللہ طاہری، میر عبدالعزیز، آغا حسین ہمدانی، غضنفر مہدی، خواجہ غلام الدین وانی، منیم اللہ قریشی، خواجہ ثناء اللہ شمیم، محمد اقبال، خواجہ محمد امین کانی اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔

دُنیائے تصوّف کی خبریں

تیسری عالمگیر شاہ ہمدان کانفرنس اکتوبر ۱۹۹۴ء میں دوشنبہ میں ہوگی

راولپنڈی (جنگ۔ فورم رپورٹ) دوشنبہ میں شاہ ہمدان بین الاقوامی کانفرنس کی تیاری کے لئے تاجکستان سے آنے والے تاجک وفد کے ارکان نے کہا کہ پاکستان اور تاجکستان اٹوٹ رشتوں میں منسلک ہیں۔ تاریخ، ثقافت، علم و ادب اور سب سے بڑھ کر دینی روابط دونوں ملکوں کے عوام کو ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں ختلان صوبہ کے ڈپٹی گورنر لطافت نصیر الدین نے کہا کہ اکتوبر ۱۹۹۴ء میں دوشنبہ میں شاہ ہمدان بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوگی جس میں شرکت کے لئے دنیا بھر سے مسلمانوں کو دعوت دی جائے گی انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ پاکستان سے بھی وفود اس میں جوش و خروش سے شریک ہوں۔ انہوں نے اپنے دورۂ پاکستان کے دوران پذیرائی پر پاکستانی عوام اور حکام کا بے حد شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ یہاں سے بہت خوشگوار یادیں لے کر جا رہے ہیں۔ ڈائریکٹر شاہ ہمدان میوزیم کولاب خیر اللہ طاہری نے کہا کہ پاکستان آکر اندازہ ہوا کہ یہاں شاہ ہمدان کے لئے کس قدر احترام کے جذبات پائے جاتے ہیں اس کے باوجود کہ وہ بزرگ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ان کی قائم کردہ دوستی اور تعلق کا رشتہ ابھی تک قائم ہے ان کے علوم اور کتابیں ہمارے لئے راہنمائی کا کام دیں گی۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی دانشوروں سے رابطے سے قبل ہمارا خیال تھا کہ شاہ ہمدان کی کل ستر کتابیں ہیں لیکن اب پتہ چلا کہ ان کی ۱۳۰ کتب ہیں ان میں سے ۶۶ ہمارے پاس موجود تھیں۔ اب ان کتابوں کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے تاکہ علم کا یہ ذخیرہ پھیلایا جا سکے۔ اس سے قبل شاہ ہمدان بین الاقوامی ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری میر عبدالعزیز نے کہا شاہ ہمدان کا مزار کولاب شہر میں ہے اب وسط ایشیا میں کئی پاکستان بن چکے ہیں۔ گلگت اور تاجکستان میں صرف ۱۲ میل کا فاصلہ ہے آئندہ اکتوبر میں بین الاقوامی شاہ ہمدان کانفرنس دوشنبہ میں ہوگی جس میں پاکستان سے بھی وفود شریک ہوں گے۔ ایسوسی ایشن کے ممبر آغا حسین ہمدانی نے کہا کہ شاہ ہمدان کے ۶۸۰ ویں یوم ولادت کے موقع پر دوشنبہ میں جشن ہوگا۔ جس میں عالم اسلام کے بڑے بڑے سکالر شریک ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ طے کر لیا ہے کہ ہندوستان، کشمیر اور پاکستان کے



ریڈیو سرینگر والے سوتنبر تی ایچ معراتی

دیگر علاقوں میں شاہ ہمدان کے آثار کا مطالعہ کیا جائے۔ بلتستان سے ۴۰ مخطوطے ملے ہیں جو ۹۰ – ۱۷ صفحات پر مشتمل ہیں۔ شاہ ہمدان بین الاقوامی کانفرنس کے موقع پر ان نادر دستاویزات کی نقل بھی پیش کی جائے گی۔ ڈاکٹر مظفر مہدی نے کہا کہ شاہ ہمدان کانفرنس کے اصل بانی ادارہ جنگ کے بانی مرحوم میر خلیل الرحمٰن تھے وہی اس کے پہلے سینئر نائب صدر بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم میر صاحب کہا کرتے تھے کہ جنگ جیسا بڑا ادارہ شاہ ہمدان کی برکتوں سے قائم ہوا ہے اور اسکا فورم ہال میں مرحوم نے اسی حوالے سے ایک پروگرام بھی منعقد کرایا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے وسط ایشیا سے تعلقات صوفیاء کے حوالے سے بہت قدیم ہیں۔ ہمارے پاس پاکستان و ایران کے ممتاز صوفیاء کی تصانیف ہیں۔ ہم نے انکے تراجم تاجک زبان میں کرائے ہیں۔ ہم نے بہاؤالدین ذکریا اور فارسی تصانیف کا ترجمہ تاجک زبان میں کرایا ہے اور خصوصاً حضرت شاہ ہمدان کی ۳۰ تصانیف کا ترجمہ تاجک زبان میں کر رہے ہیں اس حوالے سے مزید تحقیق جاری ہے۔ خواجہ غلام الدین وانی نے کہا کہ ایشیا کی ریاستوں سے ہمارے روحانی رشتے صدیوں سے قائم ہیں شاہ ہمدان نے ۳ ہزار افراد کو صرف کشمیر میں مسلمان کیا۔ انہوں نے زور دیا کہ ایسے بزرگوں کے حوالے سے تقریبات منعقد کی جائیں اور دنیا بھر سے مسلمانوں کو ایسے موقعوں پر دعوت دی جائے تاکہ سب اکٹھے ہو سکیں۔

تاجکستان کا ثقافتی وفد کامیاب دورے کے بعد واپس چلا گیا

نو آزاد شدہ اسلامی ملک تاجکستان کا وفد جو شاہ ہمدان انٹرنیشنل اسلامک ایسوسی ایشن کی دعوت پر پاکستان کے دورے پر آیا تھا ۸ دسمبر ۱۹۹۳ء کو تیرہ روزہ کامیاب دورے کے بعد وطن واپس روانہ ہوگیا۔ وفد عطاقت نصیر الدین گورنر صوبہ ختلان، پروفیسر محمد سیف الدین، میر شبیر کولاب ترشمت نزیروف اور خیر اللہ طاہری ڈائریکٹر شاہ ہمدان میوزیم کولاب پر مشتمل تھا۔ وفد نے وزیر اعظم آزاد کشمیر سے دوشنبہ اور کولاب میں ہونے والی پانچ روزہ شاہ ہمدان کانفرنس کے سلسلے میں تبادلہ خیال کیا۔ اس موقع پر وزیر اعظم آزاد کشمیر نے اس کانفرنس کے لئے ۵ ہزار ڈالر دینے کا اعلان کیا۔ وفد نے مانسہرہ میں موضع نکوٹ جا کر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی جائے وفات کی زیارت کرنے کے علاوہ پاکستان کی اعلیٰ قیادت سے بھی ملاقات کی۔

شگر تردپی میں مدرسہ عونیہ کا قیام

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ تردپی کے زیر اہتمام نوجوانان اہل تصوف نے مدرسہ عونیہ (رجسٹرڈ) کا قیام عمل میں لایا ہے اور اخوند رضا خطیب و امام مسجد تردپی نے مدرسہ کے طلباء و طالبات کو باقاعدہ تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے افتتاحی تقریب میں تردپی اور مضافات میں رہنے والے اہل تصوف اور سکول کے طلباء کی بڑی کثیر تعداد نے شرکت کی اس موقع پر اخوند رضا صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارا مقصد اس مسلک کی فلاح و بہبود اور علم کا حصول ہے۔ نوربخشی ہونے کی حیثیت سے اس مسلک کے بارے میں جاننا اور معلومات حاصل کرنا ہم سب کا فرض ہے اور ہم اس مسلک کے بچاؤ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کو نوربخشی علوم سے روشناس کرانے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں مدرسہ میں بھیجیں۔ اس موقع پر شکر علی طالبعلم نے گلہائے عقیدت بحضور کونین پیش کئے۔

علی حسن تردپیا جوائنٹ سیکرٹری
انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ تردپی شگر

کھرکوہ لہر میں مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ کا قیام

۲۷ دسمبر ۱۹۹۳ء کو حضرت علیؑ کے یوم ولادت کے موقع پر کھرکوہ لہر کے معززین شہر نے متفقہ طور پر ایک انجمن قائم کرنے کا فیصلہ کیا جس کے زیر اہتمام مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ چلایا جائیگا اس موقع پر معززین نے نوائے صوفیہ کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ رسالہ مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی تبلیغ کا واحد ذریعہ اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ میں مذہبی شعور پیدا کرنے کا بہترین اور موثر حربہ ہے جسے کسی صورت بند نہیں ہونا چاہیئے۔ انجمن کے عہدیداران درج ذیل ہیں۔

صدر	ذاکر حسین
نائب صدر	غلام مہدی مرغوب
جنرل سیکرٹری	چلاکر غلام مہدی
نگران اعلیٰ	مولوی محمد ابراہیم
آفس سیکرٹری	عبدالکریم رضوی
ناظم اجلاس	محمد یونس
رابطہ سیکرٹری	غلام حسین

فنانس سیکرٹری　　　　غلام عباس

اپیل

تمام اہل نور بخشیہ اور بلتستان کے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہم نے چھتروا کا نام تبدیل کر کے گلشن کبیر رکھا ہے اس لئے آئندہ اس گاؤں کو چھتروا کے بجائے "گلشن کبیر" کے نام سے پکارا اور لکھا جائے ۔ شکریہ ۔

مہدی حسن لیبوا گلشن کبیر

خپلو میں نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کا اہم اجلاس

۹ ، جولائی ۱۹۹۳ء کو خپلو میں نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کا ایک اہم اجلاس پیر نور بخشیہ جناب سید محمد شاہ الموسوی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں خطیب خانقاہ معلیٰ جناب سید حمایت حسین اور مرکزی صدر نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن سید ابن حسن کاظمی کے علاوہ بڑی تعداد میں نوجوانوں نے شرکت کی ۔ اجلاس میں علما کانفرنس میں کئے گئے متفقہ فیصلوں پر عملدرآمد یقینی بنانے کے لئے اقدامات کا جائزہ لیا گیا اور نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کے تمام یونٹوں کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی بھی مذہب کے نام کو موضوع بحث بنا کر اختلافات کو ہوا نہ دے ۔ کیونکہ ہماری اپنی کتابوں میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے کسی اختلاف کی صورت میں بزرگان دین کی کتابوں کو مشعل راہ بنائیں ۔ حال ہی میں سکردو کے وحدت پبلی کیشنز کی طرف سے آئینہ طریقت ترجمہ رسالہ رفع اختلاف نامی کتاب کی اشاعت اور مفت تقسیم پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا گیا اور اس اقدام کو نور بخشیوں کے مذہبی تشخص کو پامال کرنے کی ایک سازش قرار دیا ۔ اجلاس میں نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کراچی کی طرف سے مذکورہ کتاب کی اشاعت کے خلاف نور بخشی عوام کو باخبر کرنے پر اطمینان کا اظہار کیا گیا ۔

سید ابن حسن کاظمی مرکزی صدر
نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

ڈغونی میں شاہ سید لائبریری کا افتتاح

یکم ستمبر ۱۹۹۳ء کو بعد نماز جمعہ نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن ڈغونی یونٹ کے زیر اہتمام قائم کردہ شاہ سید لائبریری کا افتتاح صدر انجمن ڈغونی ابو محمد نے کیا ۔ تقریب کا آغاز محمد الیاس بن طالبعلم کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا ۔ اس موقع پر خطیب جامع مسجد جناب مولوی شبیر علی نے لائبریری کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ۔ آخر میں امام مسجد مولوی علی صاحب نے لائبریری کی ترقی کے لئے دعا کی ۔

غلام علی عاصی سیکرٹری نشر و اشاعت
نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن ڈغونی یونٹ

تقریب یوم ولادت حضرت فاطمۃ الزہراؑ

۲۰ ، دسمبر ۱۹۹۳ء کو تنظیم فدایان آل رسول صوفیہ نور بخشیہ کریس کے زیر اہتمام خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا یوم ولادت مذہبی عقیدت و احترام سے منایا گیا ۔ تقریب میں کثیر تعداد میں خواتین و حضرات نے شرکت کی ۔ اس موقع پر مولانا محمد علی عارف نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طہارت و پاکیزگی کے ذکر خیر سے سامعین کو مستفید کیا ۔ انہوں نے نوجوان نسل کی دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق بیداری کی ضرورت پر زور دیا اس موقع پر ممتاز قصیدہ خوانوں نے خاتون جنت کے حضور قصیدے پیش کئے ۔

محمد یٰسین چلپٹی سیکرٹری
تنظیم فدایان آل رسول صوفیہ نور بخشیہ کریس

ممتاز مذہبی و سماجی کارکن اور میونسپل کمیٹی خپلو کے ممبر امیر خان ایک حادثہ میں جان بحق ہو گئے ۔

خپلو خاص کی معروف شخصیت امیر خان سکردو سے خپلو آتے ہوئے غواڑی اور یوگو کے درمیان جیپ کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے ۔ مرحوم ایک سماجی کارکن اور بے لوث خدمت کرنے والے تھے اُن کی وفات سے سماجی شعبہ میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جسے پورا کرنا مشکل ہے خپلو میں وہ واحد شخص ہیں جن کے لئے تین جگہوں پر نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ مرحوم نے خپلو میں نور بخشیوں کو منظم کرنے اور انہیں اتحاد و اتفاق کے رشتے میں منسلک کرنے میں اہم کردار ادا کیا ۔ اُن کی کوششوں سے مسجد برق چھن کی تعمیر نو اور چھن مسجد کی بڑے پیمانے پر مرمت کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ مرحوم لکڑی کے کاروبار سے منسلک تھے ۔ اس دفعہ حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتے تھے مگر زندگی

نے وفات کی۔ ان کا انتقال عالم نوربخشیت کے لئے بالعموم اور خپلو کے لوگوں کے لئے بالعموم بہت بڑا نقصان ہے۔ ادارہ نوائے صوفیہ مرحوم کی وفات پر لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آمین (ادارہ)

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن سرمک بلتستان کے سالانہ انتخابات

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس پاکستان سرمک کے سالانہ انتخابات یکم جنوری ۱۹۹۳ء کو مرکزی آفس میں منعقد ہوئے جس میں سال رواں کے لئے مندرجہ ذیل نئے عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا

۱۔	صدر	سید علی الموسوی
۲۔	جنرل سیکرٹری	ذاکر حسین
۳۔	نائب صدر	محمد حسین عالی
۴۔	جوائنٹ سیکرٹری	محمد یوسف
۵۔	آفس سیکرٹری	محمد الیاس
۶۔	سیکرٹری نشرواشاعت	محمد باقر بہر
۷۔	خزانچی	شجاعت حسین
۸۔	فنانس سیکرٹری	صادق علی
۹۔	رابطہ سیکرٹری	علی حسن

احتسابی کمیٹی

۱۔ الیاس (۲) محمد علی (۳) سید حسین (۴) مرزا حسین حسرت (۵) محمد افضل

تنظیم ریاض الاولیاء کے سالانہ انتخابات

مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۲ء کو تنظیم ریاض الاولیاء بااہتمام نوجوان صوفیہ نوربخشیہ گروہ مستیم کراچی کا سالانہ انتخاب عمل میں آیا اور درج ذیل عہدیداروں کو منتخب کیا گیا۔

صدر	محمد یوسف لقدوم
نائب صدر	فدا حسین نعیم
جنرل سیکرٹری	محمد حسن زاہد
جوائنٹ سیکرٹری	غلام علی شریف
آفس سیکرٹری	محمد علی
نشرواشاعت	محمد علی روزی
فنانس سیکرٹری	غلام علی عارف
ڈپٹی فنانس سیکرٹری	موسیٰ علی
رابطہ سیکرٹری	شکور علی تبسم

نوربخشی وفد کی چیف ایگزیکٹو ناردرن ایریا سے ملاقات

چیف ایگزیکٹو ناردرن ایریا ریٹائرڈ جنرل محمد شفیع صاحب نے ضلع گانچھے کا دورہ کیا۔ اس موقع پر میر واعظ خانقاہ معلی خپلو سید حمایت علی صاحب کی قیادت میں نوربخشی مسلک کے ایک وفد نے چیف ایگزیکٹو صاحب سے ملاقات کی۔ وفد نے خانقاہ معلی سکردو کیلئے مالی امداد اور زکوٰۃ کی کٹوتی کو فقہ احوط کے مطابق بنانے کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ وفد میں مفتی محمد عبداللہ ممبر زکوٰۃ کمیٹی، فقیر محمد اکرم صاحب، ماسٹر محمد حسن صاحب اور غلام علی حیدری جنرل سیکرٹری انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو شامل تھے۔



خانہ فرہنگ ایران راولپنڈی میں امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے یوم ولادت کے موقع پر ایران کے نائب سفیر آقائے جمشیدی، خانہ فرہنگ کے ڈائریکٹر آقائے مظفری، ڈاکٹر شرفی، ڈاکٹر ہمدانی، ڈاکٹر تسبیحی، پروفیسر حسنین کاظمی اور میر عبدالعزیز خطاب کر رہے ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کا یوم ولادت باسعادت مذہبی جوش وخروش سے منایا گیا

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی ولادت باسعادت کے موقع پر خانہ فرہنگ ایران راولپنڈی میں ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی

اس موقع پر مقررین نے مبلغ اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی دینی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امیر کبیر نے اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کی تھی۔ ان کے کردار نے لوگوں کے دل موہ لئے تھے۔ تقریب کے مہمان خصوصی مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر رضا شجاعی نے اپنے خطاب میں کہا کہ امیر کبیر سید علی ہمدانی اپنی عمر کے آخری چودہ سالوں میں تقریباً سات سو افراد کے ہمراہ کشمیر گئے اور انہوں نے کشمیر میں مختلف فنون و پیشوں کو متعارف کرایا۔ روکا سے لے کر کشمیر کے دور دراز علاقوں تک اور پاکستان کے دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں بھی آپ کی یادگاریں اور پیروکار موجود ہیں۔ تقریب کے صدر آقائے جمشیدی نائب سفیر ایران نے تقریر کرتے ہوئے کہا امپیریلزم نے دنیا میں اپنے اثر و نفوذ کو بڑھانے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ لیکن وہ لوگوں کے دلوں میں وہ جگہ نہیں پا سکا جو شاہ ہمدانؒ کے حصے میں آئی۔ آپ نے اپنے کردار اور عمل سے لوگوں کے دل جیتے اور موثر طریقے سے عوام کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ خانہ فرہنگ ایران راولپنڈی کے ڈائریکٹر محمد حسن مظفری نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ میر سید علی ہمدانی صرف خانقاہوں میں رہنے والے عارف نہ تھے بلکہ انہوں نے کشمیر اور تاجکستان جیسے دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں کئی کئی دن پیدل سفر کر کے اسلام کی تبلیغ کی اور کئی لوگوں کو دین حق کی دعوت دی اور راہ ہدایت دکھائی۔ شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی

نے خطاب کرتے ہوئے کہا ہم خانہ فرہنگ کے ڈائریکٹر آقائے مظفری کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اس متبرک محفل کو اپنے ہاں منعقد کیا۔ اس موقع پر بلتستان کے نوجوان عالم دین غلام مہدی شگری نے شاہ ہمدان کی دینی اور علمی خدمات پر فارسی زبان میں مقالہ پیش کیا۔

پروفیسر حسین کاظمی، ڈاکٹر تبسمی اور عبدالعزیز نے شاہ ہمدان کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ یہ کانفرنس خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران راولپنڈی اور شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے تعاون سے منعقد ہوئی تھی۔

رپورٹ

جی۔ ایچ معروفی

شاہ ہمدان اسٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان

سرمیک یونٹ کا مطالعاتی دورہ

حضرت شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کے پاک تبلیغی مشن کو جاری رکھنے کی غرض سے امسال بھی جون ۱۹۹۳ء میں ایس۔ ایس۔ ایف سرمیک یونٹ نے گانچھے خپلو کا مطالعاتی دورہ کیا۔ طلباء مدرسہ شاہ ہمدان سرمیک " بھی شریک دورہ تھے۔ طلباء نے خپلو خاص میں عوام کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ طلباء نے اپنے تقریروں میں کہا کہ" ہمیں بزرگان دین اور صوفیاء کے اقوال و افعال پر عمل پیرا ہو کر" انقلاب صوفیہ" کی تحریک کو فروغ دینا چاہیئے یہاں طلباء نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ عالم اسلام کو متحد کرنے کے لئے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی تعلیمات منظر عام پر لانے کے لئے سعی کریں۔ وفد نے غواڑی، ڈغونی، خپلو، سرمو اور تھگس کا دورہ کرتے ہوئے دم سم میں ایک رات قیام کیا اور وہاں پر شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک یونٹ بھی کھولا گیا۔ نیز ایس۔ ڈی۔ اے۔ ایف کے ممبر وفد سے بھی چند ایک شرعی امور پر تبادلہ کیا۔ واپسی پر موضع کریس میں طلباء کی ایک کثیر تعداد سے ملاقات کی اور وہاں کی مساجد اور خانقاہوں کے نظام کا مطالعہ کرتے ہوئے وہاں کے لوگوں کو اس بات کی تلقین کی کہ وہ نوربخشی مساجد، خانقاہوں کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

تحریر: محمد باقر بدر
سابق جنرل سیکرٹری
شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن بلتستان

انجمن فلاح و بہبود گلشن امیر کبیر کا قیام

کراچی شہر میں مقیم چھوروا بلتستان کے نوجوانوں نے مبلغ اسلام اتحاد بین المسلمین کے عظیم علمبردار حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے اسم مبارک کی مناسبت سے چھوروا کا نام تبدیل کر کے گلشن کبیر رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی سلسلے میں انجمن نے کراچی تا بلتستان ممتاز علماء، دانشوروں اور سرکردگان سے رائے طلب کی تو سب نے تائیدی خطوط سے ہماری حوصلہ افزائی کی جس کی بنا پر ہم نے انجمن فلاح و بہبود گلشن کبیر کو رجسٹرڈ کرایا ہے۔ منتخب عہدیداروں نے گلشن کبیر میں انقلابی تبدیلیاں لانے کے عزم

کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ یہ ادارہ سماجی اور فلاحی کاموں کے علاوہ دینی کاموں میں بھی پیش پیش ہوگا۔ اس موقع پر مقررین نے کہا کہ چونکہ مذکورہ گاؤں میں حضرت امیر کبیرؒ کی تعمیر کردہ مسجد حضیر (حضرت امیرؒ) موجود ہے اسلئے اس مناسبت سے اس گاؤں کا نام بھی گلشن کبیر رکھا ہے۔ انجمن کے عہدیداروں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔	نگران اعلیٰ	آخوند غلام مہدی
۲۔	صدر	ڈاکٹر محمد علی
۳۔	سینئر نائب صدر	غلام حیدر حیدری
۴۔	نائب صدر	قربان علی
۵۔	جنرل سیکریٹری	غلام مہدی صابری
۶۔	ڈپٹی جنرل سیکریٹری	مشکور حسین
۷۔	سیکریٹری نشر و اشاعت	غلام حسین
۸۔	خزانچی	محمد حسن جنتی
۹۔	نائب خزانچی	محمد عبداللہ
۱۰۔	سیکریٹری محاصل	آخوند محمد علی
۱۱۔	رابطہ سیکریٹری	مہدی تبسم
۱۲۔	ڈپٹی سیکریٹری	علی خان

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن دم سم یونٹ کی پرانی کابینہ کو مزید ایک سال کا موقع دینے پر اتفاق

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن دم سم یونٹ کی ایک پروقار تقریب دم سم ہاؤس ملیر ہالٹ کراچی میں مولانا محمد جعفر آزاد کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں نئی کابینہ کے لئے ایجنڈا زیر غور آیا۔

اجلاس میں پرانی کابینہ کی تسلی بخش کارکردگی کی بناء پر مزید ایک سال کے لئے کام کرنے کا موقع دینے پر اتفاق ہوا۔ اس موقع پر عہدیداران نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس تنظیم کا نصب العین امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات کو اجاگر کرنا ہے اس تنظیم نے نوجوانوں کو دین سے ہم آہنگ اور متحد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ صدر ممتاز علی دم سمی نے دوسری بار منتخب ہونے پر تمام اراکین کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ تنظیم نوربخشی عوام کے مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ آخر میں مولانا محمد جعفر آزاد نے تنظیم کی کامیابی اور اسلام کی سربلندی کے لئے خصوصی دعا کی۔

منتخب عہدیدار درج ذیل ہیں:۔

۱۔	صدر	ممتاز علی دم سمی
۲۔	نائب صدر	یعقوب علی
۳۔	جنرل سیکریٹری	ممتاز الرضا
۴۔	فنانس سیکریٹری	ذاکر حسین
۵۔	جوائنٹ سیکریٹری	محمد خان
۶۔	سیکریٹری نشر و اشاعت	عتیق الرحمٰن
۷۔	رابطہ سیکریٹری	غلام رسول
۸۔	پروپیگنڈہ سیکریٹری	غلام عباس

کونسل آف کابینہ:۔ (۱) مولانا محمد جعفر آزاد (۲) مولانا محمد خان (۳) طارق الرحمٰن

صفہ لائبریری کا باقاعدہ آغاز

تمام علم دوست حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اب صفہ لائبریری اسلام آباد نے باقاعدہ اوقاتِ مطالعہ کا اعلان کر دیا ہے لہٰذا خواہشمند حضرات مقررہ اوقات کی پابندی کرتے ہوئے اپنی دینی و دنیوی معلومات میں اضافے کی خاطر لائبریری ہذا کی مطالعہ گاہ میں تشریف لا سکتے ہیں۔ لائبریری کے قواعد و ضوابط زیر تدوین ہیں قواعد و ضوابط کا اشاعتی مرحلہ طے کرنے کے بعد اجرائے کتب کا باقاعدہ آغاز کیا جائے گا۔ آیئے! دست تعاون بڑھایئں اور اسلاف کے ذخیرہ علمی کی حفاظت کرنے اور مذہبی اقدار و روایات کو فروغ دینے کے لئے ہمارے ساتھ دامے، درمے اور سخنے تعاون کرکے صفہ لائبریری کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر بنایئں۔

اوقات مطالعہ:۔ ہفتہ تا جمعرات عصر سے مغرب
جمعہ صبح دس بجے تا عصر

منجانب: محمد علی شیمانی جنرل سیکریٹری
نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن۔ اسلام آباد

انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت پر ایک نظر

ملک کے شمالی علاقہ جات کے ہیڈ کوارٹر گلگت میں نوربخشیہ مسلک کی جامع مسجد کے لئے اراضی کے حصول اور تعمیر میں جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب اور صوفی غلام محمد صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس وقت کے پاک فوج کے جوانوں نے ان کے شانہ بشانہ دن رات محنت کرکے جامع مسجد کی تعمیر کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے

بطور مسافر خانہ بنائے گئے اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کا قیام عمل میں لایا گیا اور مسجد کے ساتھ تین کوارٹر بنائے گئے۔ اس کے علاوہ پورے پلاٹ کی چاردیواری کر دی گئی۔ ایک سیٹ آر سی سی کے اوپر سڑک کی جانب تین دکانیں بن چکی ہیں نیز مسجد کے لئے دریا سے پمپ کے ذریعے پانی کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔ 1986ء میں انجمن کے اراکین کی کوششوں سے جوٹیال میں ۵ کنال اراضی برائے عیدگاہ حکومت نے الاٹ کر دی۔ جس کی چاردیواری بھی ہو چکی ہے۔ دریا کے کٹاؤ سے مسجد اور مسافر خانوں کو محفوظ کرنے کے لئے محکمہ ایل بی اینڈ آر ڈی اور میونسپل کمیٹی گلگت نے خصوصی فنڈ کے ذریعے پکا بند مکمل کر چکے ہیں اس انجمن کی ترقی میں پاک فوج کے جوانوں کا ہاتھ ہے۔ جنہوں نے دنیا کے بلند ترین محاذ جنگ سیاچین سے کر اسکردو اور آزاد کشمیر کی چوٹیوں تک سے اس جامع مسجد کے لئے عطیات بھیجے ہیں۔ اس کے علاوہ گلگت میں موجود سول ملازمین بھی ہر دوسرے سال ایک ماہ کی تنخواہ بطور عطیہ انجمن کو دیتے ہیں جس کی وجہ سے انجمن بہت ہی مختصر عرصے میں ترقی کی کئی منازل طے کر چکی ہے

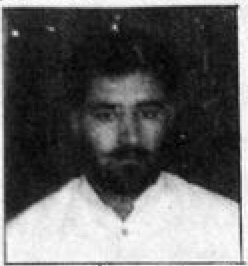
ایک زمانہ تھا کہ مسافروں کو فٹ پاتھ پر رات گزارنا پڑتی تھی۔ مگر اللہ کے فضل سے اب گلگت کنوداس صوفیہ ٹاؤن میں جامع مسجد شاہ ہمدان کے بلند و بالا میناروں کے سایہ میں کئی مسافروں کے لئے مسافر خانہ موجود ہے۔ کسی بھی میدان میں ترقی کے لئے محنت اور غیرت ایک بنیادی چیز ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی کم آمدنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے اداروں کو دل کھول کر چندہ دیں۔

غلام محمد ایڈیٹر۔ گلگت

اس سال خانقاہ معلیٰ سینو میں چالیس اہل تصوف نے اعتکاف میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں خپلو، چھوربٹ، ہنگس اور سینو کے مقامی لوگ شامل ہیں۔ اعتکاف سے رخصت کے بعد مدرسہ معروفیہ اسلامیہ کے عظیم الشان ہال میں علماء نے اعتکاف کے فضائل و برکات پر روشنی ڈالی۔ آخر میں بوا فقیر صاحب نے اعتکاف میں بیٹھنے والوں کی کامیابی اور دیگر اہل تصوف کی توفیق کے لئے دعائے خیر کی۔ اس طرح یہ بابرکت مجلس برخاست ہوئی۔

غلام عباس تنہا، سیکرٹری نشرواشاعت
نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن یونٹ سینو

طالبعلم رہنما احمد خان شگری انتقال کر گئے



انجمن تحفظ تصوف گلاب پور شگر کا ایک تعزیتی جلاس زیر صدارت آغا سید نواز حسین الموسوی خطیب خانقاہ گلاب پور منعقد ہوا جس میں نوجوان طالبعلم راہنما، پروانہ تصوف اور انجمن ہذا کے سرگرم رکن احمد خان گلاب پوری کا کراچی میں اچانک وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور موصوف کی مذہبی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ حاضرین نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

دیر سے موصول ہونے کی وجہ سے جو خطوط اور مضامین اس شمارہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ انکو اگلے شمارہ میں شامل کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں انتظار کی زحمت کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

قارئین کے خطوط

ایڈیٹر کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۹ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اندازہ ہوا کہ یہ صرف رسالہ نہیں بلکہ ملت نور بخشیہ کے لئے معلومات کا خزانہ اور حقائق و معارف کا دفتر ہے یہ رسالہ جہاں علم و فن اور آگہی کے بند دروازوں کو کھولنے میں مدد دے گا وہاں بزرگان سلف کی علمی و روحانی اور دینی و دنیاوی خدمات سے بہرہ ور ہو کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی تحریک پیدا کرے گا

محمد علی رزوی۔ سیکرٹری نشر و اشاعت تنظیم ریاض الاولیاء
نوجوان صوفیہ نوربخشیہ کورو کراچی۔

آپ لوگوں کی کاوشوں کی بدولت سے نوائے صوفیہ کی اشاعت نے نشر و اشاعت کے فقدان کی تلافی کی ہے۔ ہم انشاء اللہ مستقبل میں نوائے صوفیہ کے شانہ بشانہ ہوں گے۔ دعا ہے کہ رسالہ دن دگنی رات چوگنی شہرت پائے۔ شمارہ نمبر ۹ نظروں سے گزرا۔ غازی محمد نعیم صاحب کا مضمون تفکر و تدبر بہت پسند آیا۔ آئندہ رسالے میں دینی مسائل کو زیادہ سے زیادہ جگہ دی جائے اور اسے ماہنامہ کی شکل میں شائع کیا جائے۔ تین مہینوں کا انتظار ہمیں تھکا دیتا ہے۔ مرکز میں ہماری فیڈریشن رسالے کی ڈیلر بننا چاہتی ہے

محمد باقر جعفر چیئرمین سیکرٹری شاہ ہمدان سٹوڈنٹس
فیڈریشن پاکستان

رسالہ نوائے صوفیہ کا قسط نمبر ۹ آفتاب کی کرنوں کی طرح ناچیز کی نظروں سے گزرا۔

مضمون "شریعت محمدیہ" اور "صفوۃ السالکین" بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ نوربخشی سطح پر رسالہ نوائے صوفیہ کی اشاعت ہمارے لئے قابل فخر اور قابل صد تحسین کارنامہ ہے جو کہ وقت کی اہم ضرورت تھی یہ مسلک نوربخشیہ کی ترجمانی کرنے اور خوش نما اہل علم حضرات کے دلی جذبات واحساسات کے اظہار کا واحد ذریعہ ہے۔

میں رسالہ ہذا کا پرانا قاری ہوں۔ رسالہ سہ ماہی کی بجائے ماہنامہ ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ تین ماہ کا طویل انتظار بڑا کٹھن لگتا ہے۔

ابوذر علی غفاری
منظور کالونی کراچی

میں نوائے صوفیہ کے مستقل قارئین میں سے ہوں۔ اس سے قبل رسالہ بازار سے خرید کر پڑھا کرتا تھا۔ آج سے بعد مستقل خریداری کے لئے رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے رسالہ ماہانہ شائع ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ آئندہ شماروں میں تفصیلی اور مطلب خیز مضامین شائع کریں۔ رسالے کے آئندہ ٹائٹل کے لئے جامع مسجد شاہ ہمدان کی ایک تصویر ارسال خدمت ہے۔ ہو سکے تو اس کو ضرور جگہ دیں۔

علی خان معرفت عبداللہ خان
ہیڈ پوسٹ مین پوسٹ آفس سکردو

ملت نوربخشیہ کی طرف سے نکالا جانے والا علمی مجلہ نوائے صوفیہ اعلیٰ معیار کا بہترین نمونہ ہے لیکن وقفہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ذہنی کوفت سے دوچار ہونا پڑتا ہے یہ خط افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں میں نے ایک مضمون ارسال کیا تھا مگر آپ لوگوں نے ابھی تک اُسے شائع نہیں کیا ہے میرا مضمون شائع کر کے حوصلہ افزائی فرمائیں۔

سید بشارت حسین الموسوی
حال کراچی

رسالہ نوائے صوفیہ پوری ملت نوربخشیہ کا واحد ترجمان اور

احیائے تصوف کا ذریعہ ہے۔ یہ مجلہ نوربخشی عوام میں بہت
مقبول ہے مستقل خریداری کے لیے رقم ارسال کر دی ہے۔

خدا حسین ڈسپنسر غواڑی۔ بلتستان

نوائے صوفیہ کا شروع ہی سے قاری ہوں اس میں کوئی شک
نہیں کہ نوائے صوفیہ غوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نوربخش
اور مبلغ اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے انقلابی افکار کو
عوام و خواص تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے علامہ بشیر
صاحب کی کوششوں سے نوربخشی قوم کو اپنے دینی مسائل سے آگاہ
کرنے کا سلسلہ دین دوستی کا ثبوت ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ
صوفی سائیں اور مجموعہ شریعت محمدیہ کے علاوہ اور بھی مضامین
لکھنے پر توجہ دیں۔

علی محمد مہدی

منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

نوائے صوفیہ کا بڑھتا ہوا معیار آپ سب کی محنت اور خلوص کا
پتہ دے رہا ہے آپ لوگ جن مشکلات کے باوجود جذبہ اور شوق
سے ہر یزہ فروغ تصوف کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں اور نوائے
صوفیہ کو ملت کا ترجمان بنانے میں کاوشیں کر رہے ہیں نہایت ہی
قابل تعریف اور قابل صد تحسین ہیں۔ شاہ ہمدان کی تصویر شائع
کر کے دل خوش کر دیا۔ مضامین اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے
لطیف اور دلچسپ ہیں۔ تاہم اشاعت میں تاخیر ذہنی کوفت کا
باعث بنتی ہے۔ گلگت کے لیے رسالہ کم تعداد میں بھیجا ہے
آئندہ زیادہ تعداد میں ارسال کریں۔ مرد کہستانی کے زور قلم
میں خدا اور اضافہ کرے۔ آمین

شکور علی انور گلگت

ارسال کردہ نوائے صوفیہ کی تمام کاپیاں فروخت ہو چکی
ہیں۔ قسط نمبر ۹ قدرے معیاری ہے۔ صوفی سائیں ہی زیادہ سے
زیادہ سوالات کے جوابات دیا کریں تا کہ لوگ اپنی جگہ پڑھ کر
دینی مسائل کا حل معلوم کر سکیں۔

ماسٹر شکور خپلو

رسالہ نوائے صوفیہ جو کورنگی کراچی کے لیے موصول ہوا تھا۔
ہاتھوں ہاتھ بک گیا آئندہ بھی رسالہ بھیجتے رہیں تنظیم نوجوانان
صوفیہ نوربخشیہ سرک کراچی یوتھ کا تعاون ہمیشہ اس کار خیر میں جاری
رہے گا انشاء اللہ ہم زیادہ سے زیادہ تعداد میں نوائے صوفیہ
برادران دین میں تقسیم کر کے نوجوان نسل کو مذہب حقہ کی طرف
راغب کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری تنظیم کے سابقہ خط کو
رسالہ میں خاص مقام نہیں دیا تھا۔ خط زیادہ مختصر ہونے کی وجہ
سے خط کا مطلب ہی بدل گیا تھا۔ امید ہے آئندہ خیال رکھیں گے
دیگر ارض بلتستان پر تبصرہ ضرورت سے زیادہ کیا گیا ہے۔
باقی مضامین بہت اچھے ہیں۔ مجموعہ شریعت محمدیہ بہت ہی
اچھا لگا مگر بہت ہی مختصر ہے۔ قارئین کے خطوط کا سلسلہ
بھی بہت اچھا ہے۔

گلزار حسین سرکی صدر تنظیم فلاح و بہبود

نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرک کراچی

رسالہ نوائے صوفیہ کے لئے ایک مختصر مضمون ارسال خدمت
ہے۔ امید ہے کہ اگلے شمارے میں شائع کریں گے تا کہ بندہ
ناچیز کی حوصلہ افزائی ہو جائے۔

غلام محمد چھوربٹی

آڈیٹر اے جی پی آر گلگت

نوائے صوفیہ کو ماہنامہ بنا دیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو گا۔
انشاء اللہ ہم آپ سے ہر ممکن تعاون کریں گے۔ نوائے صوفیہ کا اجراء
باعث افتخار اور نوربخشی قوم کی آواز ہے اسے بند نہیں ہونا
چاہیئے بلکہ اس کی اشاعت میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اللہ
تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطا کرے آمین

غلام حسین سیکرٹری نشر و اشاعت

انجمن فلاح و بہبود گلشن کبیر کراچی

عرصہ تین ماہ کی طویل مدت انتظار کے بعد رسالہ نوائے صوفیہ کی
نویں قسط موصول ہوئی۔ ماشاء اللہ رسالہ میں شامل تمام مضامین
نہایت ہی معیاری اور قابل تعریف مواد پر مشتمل تھے۔ اس کے لئے
جتنا بھی خراج تحسین پیش کریں کم ہے۔ چند مشورے پیش کرنا اپنا
فرض سمجھتا ہوں (۱) رسالہ کے صفحات بڑھائے جائیں تا کہ زیادہ
سے زیادہ مضامین شامل کئے جا سکیں (۲) رسالہ کو ماہنامہ بنایا

جائے۔ تاکہ طویل انتظار نہ کرنا پڑے (۳) اشاعتی مضامین میں
بامعنی تحقیقی مواد کو زیادہ اہمیت دی جائے (۴) ہر رکاوٹ
اور مشکل کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمت اور حوصلے سے اہم
تبلیغی ذریعہ کو جاری رکھیں (۵) تعمیر و ترقی اور اتحاد و اتفاق کی
اہمیت پر زیادہ زور دیا جائے (۶) عقائد، مذہب حقہ نظریہ
تصوف اور اتحاد بین المسلمین پر مشتمل زیادہ سے زیادہ مضامین
شامل کریں۔

صوبیدار محمد اسماعیل عاصمی
سرمیتل آزاد کشمیر

اہل نور بخشیہ کا ہر دلعزیز واحد ترجمان نوائے صوفیہ قسط نمبر ۹
پا کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس میں تمام مضامین قابل داد تھے خصوصاً
پیر طریقت سید عون علیؒ کے حالات زندگی اور میر عبدالعزیز صاحب
کا ترانۂ عقیدت بحضور امیر کبیرؒ بہت پسند آیا۔ یہاں کراچی میں
مقیم انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نور بخشیہ چھوروا کے ممبروں اور طالبعلم
نوجوانوں نے چھوروا کا نام تبدیل کر کے امیر کبیر سید علی ہمدانی کے
پاک نام کو منتخب کیا ہے اور "گلشن کبیر" کا نام رجسٹرڈ بھی کروا
لیا ہے۔

محمد عبداللہ ہاشمی
گلشن کبیری حال کراچی

نوائے صوفیہ کا تازہ شمارہ پڑھنے کو ملا۔ یہ رسالہ لوگوں میں
علمی، دینی اور اخلاقی جذبات کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے
رسالے میں تصوف پر زیادہ سے زیادہ مضامین شامل کریں اور
اتحاد و اتفاق کو اولیت دیں۔ سنی سنائی باتیں شامل نہ کریں

محمد الیاس طالب علم برچھن خپلو

میں صوفیہ نور بخشیہ کا ادنیٰ سا خادم ہوں اور مسلک نور بخشیہ
سے گہرا لگاؤ رکھتا ہوں۔ شنگرا کچوڑا میں دوسرے مسالک کی نسبت
نور بخشی اکثریت میں ہیں۔ مگر دینی تبلیغ نہ ہونے کے برابر ہے۔
اس وقت وادیٔ شنگر میں دینی تعلیم کی اشد ضرورت ہے تاکہ لوگ
اپنے مسلک کے بارے میں صحیح۔ معلومات حاصل کر سکیں اور اپنے
دینی علوم اور در دروہ خانقاہ کے بارے میں آگاہ ہو سکیں یہاں
کی خانقاہوں کی حالت بھی کافی خستہ ہے۔ اپچوڑی کافی وسیع علاقہ
ہے لیکن یہاں صرف ایک دینی مدرسہ ہے جس کی حالت بھی ناگفتہ بہ
ہے۔ اس میں طلبہ و طالبات علم حاصل کرنے آتے ہیں لیکن استاد
نہ ہونے کی وجہ سے یہ مدرسہ بھی دم توڑ رہا ہے لہٰذا ان باتوں
کے پیش نظر نور بخشی علماء اور دانشوروں سے پر زور اپیل ہے کہ
اپچوڑی اور حشوپی کے ان ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر وہاں کا
ایک دورہ کر کے حوصلہ افزائی کریں اور دین دوستی کا ثبوت دیں۔

محمد ایوب شنگری اپچوڑی
گورنمنٹ کالج آف کامرس اسلام آباد

فہرست خریداران نوائے صوفیہ

نمبر شمار	نام و پتہ خریدار
۱	منشی موسیٰ عرائض نویس خپلو بازار
۲	ذاکر احمد سٹینوگرافر D - C آفس
۳	محمد حسین وائرلیس آپریٹر کورو ستو
۴	فاچو عبدالقدوس راشن چیئرمین میونسپل کمیٹی خپلو
۵	فاچو غلام عباس ولد فاچو عبدالقدوس ساکن بیچھی خپلو بالا
۶	کانسٹیبل سرفی علی سیونگ ڈاکخانہ خپلو
۷	کانسٹیبل محمد علی سنٹر ٹپی خپلو
۸	ہیڈ کانسٹیبل محمد حسن مہلوی S F آفس خپلو
۹	وزیر حسین چیئرمین یونین کونسل کورو - ستو
۱۰	غلام رسول انصاف ناردرن ایریا کواپریٹو بنک خپلو
۱۱	غلام مہدی C - D - L ممبر میونسپل کمیٹی خپلو
۱۲	ڈرائیور روشان علی بیچھی خپلو بالا
۱۳	ہیڈ کانسٹیبل غلام محمد سرخوش ڈاکخانہ سکردو
۱۴	خادم حسین فائیو برادرز بیکری خپلو
۱۵	کانسٹیبل اخلاق حسین وائرلیس آپریٹر خپلو بیچھی
۱۶	محمد حنیف ہیڈ کانسٹیبل سپیشل برانچ خپلو
۱۷	فرزانہ حسین جماعت سوم گرلز پرائمری سکول خپلو کرامنگ
۱۸	عبدالرحمن سٹینو ٹائپسٹ B L اینڈ R D خپلو
۱۹	محمد گلزار جماعت دہم ہائی سکول خپلو
۲۰	محمد عارف جماعت ششتم ہائی سکول کورو
۲۱	غلام عباس جماعت چہارم پرائمری سکول سترونپی خپلو - محلہ عسکری گون -
۲۲	کانسٹیبل غلام حسین پرتک ڈاکخانہ سکردو
۲۳	کانسٹیبل مفضل علی عزالسٹی خپلو بالا
۲۴	محمد اقبال جماعت سوم مڈل سکول خپلو بالا
۲۵	کانسٹیبل محمد علی ورمنٹو خپلو پائین
۲۶	کانسٹیبل عبدالرحمن سوہنٹو خپلو پائین
۲۷	کانسٹیبل عبدالرحمن مچلو ڈاکخانہ مچلو
۲۸	کانسٹیبل محمد کھرکوہ لیر ڈاکخانہ ڈغونی
۲۹	غلام علی S I C ٹریفک برانچ خپلو
۳۰	ہیڈ کانسٹیبل فدا علی " " "
۳۱	عبدالکریم سٹینو ٹائپسٹ F S آفس خپلو
۳۲	کانسٹیبل محمد یوسف سرزنہ خپلو
۳۳	سہیل احمد جماعت ہفتم
۳۴	محمد افضل C G ایس پی آفس خپلو
۳۵	کانسٹیبل غلام نبی براہ بالا
۳۶	P C محمد ابراہیم کھرکوہ منڈک ڈاکخانہ ڈغونی
۳۷	کانسٹیبل احسان علی گونگا سنگچی خپلو بالا
۳۸	محمد نعیم مدرسہ ہائی سکول خپلو
۳۹	محمد اقبال دکاندار نزد خادم بیکری خپلو بازار
۴۰	احمد منیجر کواپریٹو بنک خپلو
۴۱	سجاد حسین ہیڈ کانسٹیبل کرامنگ خپلو
۴۲	منشی محمد باقر گونگما یار خپلو
۴۳	کانسٹیبل محمد منیر گرلنگ خپلو
۴۴	عبدالسلام چیئرمین براہ
۴۵	اخوند محمد یوسف علدومر خپلو
۴۶	کفایت حسین نرسری کلاس آرمی پبلک سکول سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو
۴۷	محمد اسماعیل دکاندار نزد سائگر ونگ خپلو
۴۸	حاجی غلام حسین الیکٹرک سنٹر خپلو بازار
۴۹	غلام علی چپڑاسی C و آفس خپلو
۵۰	منیجر سیلز ڈپو خپلو
۵۱	عبدالکریم دکاندار خپلو
۵۲	غلام حسین طالب علم سکنہ ہارنا خپلو

نمبر شمار	نام و پتہ خریدار
۵۳	محمد عبداللہ آغا ورکانزار گو بونگ خپلو
۵۴	نیاز علی متعلم جماعت چہارم پرائمری سکول سترو پی خپلو
۵۵	کاچو نثار علی متعلم عدا لچی خپلو
۵۶	محمد علی خان سٹینو گرافر ڈائریکٹوریٹ آف ایگریکلچرل گلگت
۵۷	انور حسین جماعت ہفتم ہائی سکول خپلو
۵۸	محمد اسحاق کانسٹیبل ٹریفک برانچ خپلو سترسو پی
۵۹	کانسٹیبل اخوند عبدالکریم مچلوی خپلو
۶۰	کانسٹیبل محمد اسماعیل معرفت تھانہ خپلو
۶۱	محمد اسحق انسٹرکٹر سول ڈیفنس DC آفس سکردو
۶۲	شمیم علی بلتستانی معرفت رضا جنرل سٹور خپلو
۶۳	محمد یوسف چیئرمین میونسپل کمیٹی سکردو
۶۴	غلام حسین زراعتی باغ سوغا ڈاکخانہ خپلو
۶۵	عابد حسین جماعت یازدہم ہائر سیکنڈری سکول خپلو
۶۶	ماسٹر غلام محمد پرائمری سکول سوغا ڈاکخانہ خپلو
۶۷	ضامن علی جماعت چہارم پرائمری سکول ترانزونگ کھرکوہ ڈاکخانہ ڈوغنی
۶۸	کانسٹیبل غلام عباس تھانہ ڈوغنی
۶۹	کانسٹیبل علی محمد محلہ گنگشہ ڈاکخانہ کورو
۷۰	محمد علی جماعت سوم ہائی سکول ڈوغنی
۷۱	غلام عباس کانسٹیبل تھانہ ڈوغنی
۷۲	محمد موسیٰ TGT محلہ کھنا ڈوغنی
۷۳	سب انسپکٹر علی حسن سترو پی خپلو
۷۴	ظفر حسین متعلم جماعت دہم ڈوغنی
۷۵	کانسٹیبل عبدالغفور محلہ پرتھینی زھر خپلو
۷۶	شاہ حسین ولد عبدالخالق ڈوغنی ڈاکخانہ ڈوغنی
۷۷	شکر علی UDC ، AC آفس خپلو
۷۸	غلام رسول مستریگرم ریڈیو سروس خپلو
۷۹	علی محمد نائب صدر PPP گانگچھے براہ پاریش
۸۰	محمد علی ڈیلر سترو پیٹرول پمپ خپلو
۸۱	فدا حسین ڈسپنسر عزاشی ڈاکخانہ عزاڑی
۸۲	محمد اشرف خان جونیئر ڈیٹیل کلرک تحصیل آفس خپلو
۸۳	حوالدار محمد اسحاق محلہ خنرگرونگ خپلو
۸۴	حوالدار محمد اسحاق محلہ حیدر آباد ڈوغنی
۸۵	ایکس صوبیدار محمد علی کرامنگ خپلو
۸۶	عبدالقیم متعلم جماعت نہم ہائی سکول خپلو
۸۷	اسماعیل ولد ابراہیم عوزے گوفا
۸۸	اسلم طالبعلم خپلو بالا محلہ برتھین زھر
۸۹	ناشاد حسین ولد محمد سترو پی خپلو
۹۰	کانسٹیبل عاشق حسین باپچی خپلو بالا
۹۱	روزی علی کنسٹیبل SF آفس خپلو
۹۲	کانسٹیبل غلام محمد محلہ چھے کوس
۹۳	الطاف حسین ولد شکور علی خپلو ہچھی
۹۴	غلام حسین ولد اخوند علی خپلو سفرلیس
۹۵	محمد یوسف چیا جوا خپلو ملدومر
۹۶	یحییٰ خان DC آفس خپلو
۹۷	نور علی طالبعلم ولد غلام حسن عدالچی خپلو بالا
۹۸	شبیر حسین PA ٹو DC گانچھے
۹۹	غلام عباس UDC ، DC آفس گانچھے
۱۰۰	ذاکر حسین LDC ، DC آفس گانچھے
۱۰۱	کانسٹیبل نور محمد سلترو گونما ڈاکخانہ دم سم
۱۰۲	الیاس ولد ابراہیم ساکن سرگیپ خپلو
۱۰۳	سید علی موسوی ایران
۱۰۴	محمد یونس باپچی خپلو
۱۰۵	روزی علی شبیری کریس
۱۰۶	محمد صادق سرکی
۱۰۷	محمد عبداللہ گلشن کبیری کراچی
۱۰۸	مرکزی دفتر شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن سرمک
۱۰۹	سپاہی علی حسن شگری
۱۱۰	غلام حسین تبتیج صدر نور بخشی یوتھ فیڈریشن بھنسے
۱۱۱	گلزار حسین تبتیج صدر تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ کراچی
۱۱۲	مولوی غلام نبی کورو
۱۱۳	فدا علی گونسیہ کورو
۱۱۴	موسیٰ علی گونسیہ کورو
۱۱۵	سجاد حسین بلتی مہاجر مظفر آباد

(باقی آئندہ شمارہ میں)

نوائے صوفیہ کے تمام نمائندوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے علاقے میں مستقل خریداری کے خواہشمند حضرات سے رابطہ کریں اور رسالے کی چار (4) قسطوں کی قیمت مبلغ 35 روپے ایڈوانس وصول کر کے یہ رقم فوری طور پر ارسال کریں تاکہ رسالے کی بروقت ترسیل ممکن ہو سکے۔

نوائے صوفیہ کے صفحات 32 سے بڑھا کر 40 کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے موجودہ شمارے کی قیمت بھی 8 روپے مقرر کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ کاغذ کتابت اور پریس کی ہوشربا گرانی کے باوجود رسالے کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ رسالے کی اشاعت کے دو ہفتے کے اندر اپنی نگارشات اشاعت کے لئے روانہ کریں۔ تاخیر سے موصول ہونے والے مضامین اور مراسلے شامل اشاعت ہونے سے رہ جائیں گے یہ اقدام رسالے کو ماہنامہ بنانے کے سلسلے میں کیا گیا ہے۔

بعض تنظیموں کی طرف سے بغیر لیٹر پیڈ اور مہر کے خبریں وصول ہو رہی ہیں۔ آئندہ ایسی خبریں شامل اشاعت نہیں کی جائیں گی۔ قارئین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس ضابطے کی پابندی کریں گے۔

(ادارہ)